

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا...
اللہ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا ہے

مسئلہ سود

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ



اسلامک بک سروس

قَالَ اللَّهُ تَعَالَى حَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا

مَنْزِلُ الْهَدْيِ مِنَ الْهَوَى

فِي

الْفَرْقِ بَيْنَ الْبَيْعِ وَالرِّبَا

يَعْنِي

مَسْئَلَةُ سُودٍ

مُؤَلَّفٌ
حَضَرَتْ مَوْلَانَا مفتي محمد شفیع مفتی اعظم

ربا (سود) کی تعریف، تجارتی سود، جاہلیت
عرب کا سود اور قرآن و سنت میں اس کا مفہوم، اس
کی حرمت اور اس پر وعید شدید اور اس کی دینی
دنیوی، معاشی تباہ کاری پریر حاصل بحث

اے لایک ہک سے روس

۲۲۴۱ کوچہ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب _____ مَسْلَاہ سُوڈ
مصنف _____ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع
بارادل _____ ۱۹۹۳ء
تعداد _____ ایک ہزار
طباعت _____ ایف، ایم، پرنٹرس نئی دہلی
باہتمام _____ عبید اللہ عین
قیمت _____ ۳۰/- روپے

MASLAHE SOOD

ISBN- 81-7231-143-5

PRICE. 30/=

ناشر

اسلامک بک سروس

۲۲۲۱- کوچہ چیلان، دسریا گنج، نئی دہلی-۲

فہرست عنوانات مسئلہ سود

نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ	نمبر شمار	عنوان	نمبر صفحہ
۱	تمہید	۷	۱۳	دوسری آیت سورہ	
۲	رسالہ کا مقصد	۱۲	۲۸	{ بقدرہ ۲۶۹	
۳	عام مسلمانوں سے پہلے	۱۳	۳۹	سود کے مٹانے اور عدت کے برپا کرنے	
۴	ربا کی تعریف اور سود	۱۵	۵۲	سود کے مال کی بے برکتی	
	{ در بایں مشرق	۱۳	۵۳	{ سود خاندان کی ظاہری	
۵	ربا کی لغوی اور اصطلاحی معنی	۱۶		{ خوش حالی دھوکہ ہے	
۶	ربا کی تشریح کے متعلق	۱۷	۵۶	{ یورپ کی سود خواری	
	{ حضرت عمر فاروق کا اشارہ	۱۸		{ سے دھوکہ نہ کھائیں	
۷	جاہلیت کا ریا کیا تھا	۱۹	۵۸	قیسری اور چوہی آیتیں	
۸	شبہات و غلط فہمیاں	۲۳	۶۲	پانچویں آیت	
۹	سود اور تجارتی سودی فرق	۲۶	۶۳	چھٹی اور ساتویں آیتیں	
۱۰	نزدل قرآن کے وقت کسود	۲۷	۶۵	آٹھویں آیت (سود ورم)	
۱۱	آیات قرآن متعلقہ	۳۰	۶۸	{ چہل حدیث متعلقہ	
	{ احکام ربا	۳۰		{ حرمت ربا	
۱۲	بیع در بایں	۳۳	۹۹	ضمیمہ متعلقہ ص ۳	
	{ بنیادی فرق				

فہرست حصہ دوم

تجارتی سود عقل اور شرع کی روشنی میں

(۱)	حرف آغاز	صفحہ ۱	(۱۲)	تجارتی سود رضاندی کا سود ہے ؟	۱۲۲
(۲)	فقہی دلائل	۱۰۴	(۱۳)	کیا روایات اسکی تائید ہوتی ہے	۱۲۶
(۳)	کیا تجارتی سود محمد رسالت		(۱۴)	تجارتی سود اور اجارہ	۱۲۹
	میں رائج تھا ؟	۱۰۶	(۱۵)	بیع سلم اور تجارتی سود	۱۳۰
(۴)	ایک بہت واضح دلیل	۱۰۸	(۱۶)	مدت کی قیمت	۱۳۱
(۵)	ایک اور دلیل	۱۱۰	(۱۷)	چند ضمنی دلائل	۱۳۵
(۶)	حضرت زبیر بن عوام	۱۱۱	(۱۸)	نقصانات	۱۳۶
(۷)	پانچویں شہادت	۱۱۳	(۱۹)	اخلاقی نقصانات	"
(۸)	ہند بنت عتبہ کا واقعہ	"	(۲۰)	معاشی اور	"
(۹)	حضرت ابن عمر کا واقعہ	۱۱۴	(۲۱)	اقتصادی نقصانات	۱۳۹
(۱۰)	دوسرا گروہ	۱۱۵	(۲۲)	جدید بینکنگ	۱۴۲
(۱۱)	کیا تجارتی سود میں ظلم نہیں ؟	"	(۲۳)	ایک اور ضمنی	"
(۱۲)	سیر اور منجیہ شریعت کا اسلامی تصور	۱۲۰		دلیل	۱۴۸

حصہ اول

مسئلہ سود

از: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

حصہ دوم

تجارتی سود

بحقہ اور شرع کے روشنی میں

مولانا محمد تقی عثمانی

دیباچہ طبع سوم

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم العالی کا رسالہ ”مسئلہ سود“ بحمد اللہ بہت مقبول ہوا، اور ہر طبقے میں ذوق و شوق کے ساتھ پڑھا گیا۔ پچھلے دو سال سے یہ رسالہ نایاب ہو چکا تھا اور ہر طبع سے مانگ مسلسل آ رہی تھی، اب حضرت مصنف مدظلہم نے رسالہ پر نظر ثانی فرما کر کہیں کہیں ترمیم و اضافہ بھی فرمایا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کتابچہ میں برادر عزیز مولانا محمد تقی عثمانی سلمہ کا ایک مقالہ جو تجارتی سود سے متعلق ہے مزید شامل کر دیا گیا ہے، جس میں تجارتی سود کی حلت سے متعلق اہل تجدد کے مسائل و معانی کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو شش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے (آمین)

(۲۳ محرم ۱۳۹۰ھ)

محمد رفیع عثمانی

سَبَّحْتَ تَقَبَّلْتَ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا
اللَّهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ وَسَيِّدِ أَنْبِيَائِهِ مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَمَنْ وَالَا.

اسلام میں سود و ربوہ کی حرمت کوئی مخفی چیز نہیں کہ اس کے لئے رسالے یا
کتابیں بھی جائیں جو شخص کسی مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا ہے وہ اتنا ضرور جانتا ہے
کہ اسلام میں سود حرام ہے بلکہ اس اجمالی حقیقت سے تو غیر مسلم تک ناواقف نہیں اور
یہ بھی معلوم ہے کہ سود خواری کا طریقہ کونسی دنیا میں آج پیدا نہیں ہوا۔ اسلام سے
پہلے جاہلیت میں بھی اس کا سلسلہ جاری تھا، قریش مکہ، یہود مدینہ میں اس کا عام
درج تھا، اور ان میں ہر شخص اور صرفی فرد توں کے لئے ہی نہیں بلکہ تجارتی مقاصد
کے لئے بھی سود کا لین دین جاری تھا۔ بال نئی بات جو آٹھ سو دو صدی کے اندر
پیدا ہوئی وہ یہ ہے کہ جب سے یورپ کے بنیے دنیا میں برسرِ اقتدار آئے تو انہوں
نے ہما جنوں اور یہودیوں کے سودی کاروبار کو نئی نئی شکلیں اور نئے نام دیئے اور
اس کو ایسا عام کر دیا کہ آج اس کو معاشیات و اقتصادیات اور تجارت کے لئے
ریڑھ کی ہڈی سمجھا جانے لگا اور سطحی نظر والوں کو یہ محسوس ہونے لگا کہ آج کوئی تجارت
یا صنعت یا اور کوئی معاشی نظام بغیر سود کے چل ہی نہیں سکتا۔ اگرچہ فن کے جاننے
والے اور ماحول کی تقلید و اتباع سے ذرا بلند ہو کر وسیع نظر سے معاملات کا جائزہ لینے

دلے اہل یونپ ہی کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ سود معاشیات کے لئے ریڑھ کی ہڈی نہیں بلکہ ایک کھڑا ہے جو ریڑھ کی ہڈی میں لگ گیا ہے جب تک اس کو نہ نکالا جائے گا، دنیا کی معاشیات اعتدال پر نہ آسکیں گی۔ یہ قول کسی تالا کا نہیں بلکہ یورپ کے ایک مشہور محقق و ماہر کا ہے۔

ہاں اس میں شبہ نہیں کہ آج دنیا میں مشرق سے مغرب تک تمام تجارتوں میں سود کا جال اس طرح بچھا دیا گیا ہے کہ آحاد و افراد کیا کوئی جماعت بل کر بھی اس سے نکلنا چاہے تو تجارت چھوڑنے یا نقصان اٹھانے کے سوا کچھ ہاتھ آنا مشکل ہے اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ عام تاجروں نے اب یہ سوچنا بھی چھوڑ دیا ہے کہ سود جو حرام ترین چیز اور بدترین سرمایہ ہے اس سے کس طرح نجات حاصل کریں، عام بے فکری مسلمانوں کا تو ذکر کیا وہ دین دار پرہیزگار مسلمان تاجر جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ میں شریعت کے پورے متبع، مسجد گزار اور ذکر اللہ میں مشغول رہنے والے ہیں، وہ رات کو مسجد و فوافیل اور ذکر و فکر کا شغل رکھتے ہیں تو صبح دکان پر پہنچ کر ان میں اور ایک بیٹے یا یہودی تاجر میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اس کے معاملات اور بیع و شرار اور آمدنی کے کل ذرائع وہی ہوتے ہیں جو یہودی تاجر یا بیٹے استعمال کرتے ہیں اور یہ ابتدائی بچوری ایک انتہائی غفلت تک پہنچ گئی کہ اب معاملات میں حلال و حرام کا تذکرہ بیوقوفی یا آج کل کے جدت پسندوں کی اصطلاح میں نرمی ملانیت کہلاتا ہے اور دوسری طرف علم دین سے عام غفلت نے یہ عالم کر دیا کہ شاید اب بہت سے مسلمان ایسے بھی ہوں جن کو یہ بھی معلوم نہ ہو کہ سودی معاملات اسلام میں حرام ہیں اور سود کی نئی نئی شکلیں نکلنے کے باعث یہ مرض تو عام ہو گیا کہ بہت سے مسلمانوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ فلاں معاملہ سودی ہونے

کی وجہ سے حرام ہے۔ فلاں میں قمار حرام پایا جاتا ہے۔ ان میں بہت سے ایسے معاملات بھی ہیں جن کی مردہ شکل سود و ربا پر مشتمل ہے، لیکن اگر بازار دلے چاہیں تو اس کو آسانی کے ساتھ ایسے معاملے کی صورت میں بدل سکتے ہیں جو سود سے خالی ہو، اگر وہ کم از کم ایسے نجی معاملات ہی کو درست کر لیں تو سود کی لعنت سے اگر کئی نجات ملے تو کم از کم تعلیل تو ہو، اور مسلمان ہونے کا یہ ادنیٰ تقاضا تو پورا ہو کہ وہ مقدور بھر حرام سے بچنے کی فکر میں رہے۔ اسلام میں بہت سی چیزیں حرام ہیں۔ لیکن سود کے معاملے میں جو عیدہ شدید قرآن کریم میں آئی کہ سود کا لین دین گویا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان جنگ ہے ایسی عیدہ کسی دوسرے گناہ پر نہیں آئی۔ پاکستان بننے کے بعد یہاں کی تقریباً کل تجارت مسلمانوں کے ہاتھ آگئی ہے۔

میں ۱۳۶۷ھ اور ۱۹۴۸ء کے وسط میں پاکستان کراچی منتقل ہوا تو دیکھا کہ جہاں ہمارے عام تاجر اور ہزاروں سوداگر حلال حرام اور سود قمار کی بحث سے یکسر غافل ہیں، انہیں اس کی فکر نہیں کہ کوئی معاملہ حرام ہو گیا یا حلال، وہیں خال خال کچھ ایسے دین دار لوگ بھی ہیں، جن کو حلال و حرام کی فکر ہے، وہ اپنے کاروبار میں شریعت اسلامی کے احکام معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے حضرات کے زبانی اور تحریری سوالات کا ایک سلسلہ رہا۔ جن کے جواب میں حوثمایہ لکھا اور کہا جاتا رہا کہ فلاں معاملہ سود یا قمار ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور بہت سے معاملات میں ابتلاء عام پر نظر کر کے ان معاملات کی ایسی متبادل صورتیں بھی غور و فکر کے بعد لکھی گئیں جن سے اصل معاملات کا مقصد حاصل ہو جائے۔ اور اس میں سود و قمار نہ رہے، لیکن کوئی فرد یا چند افراد تنہا چاہیں کہ ان پر عمل کریں اور سارا بازار سود و خورای پر تنہا رہے، تو غلام رہے کہ ان صورتوں پر عمل نہیں ہو سکتا، ان صورتوں کو

رواج دینے کے لئے ضروری ہے کہ تجارت کی کوئی متحدہ جماعت اس کا عزم اور معاہدہ کر لے۔
 اس لئے میری یہ ساری کوششیں تحریری اور زبانی اس لئے بیکار رہتی تھیں کہ سوال
 کرنے والے چند افراد بازار کے رُخ اور معاملات کی صورتوں کو ہمیں بدل سکتے تھے، تاکہ
 تجارت کراچی میں سے اللہ کے چند صالح بندے اس کام کے لئے جمع ہو سکیں کہ سود چھوڑنے اور
 چھڑانے کے لئے اپنی مقدور بھرتی جماعتی کوشش کریں اور اس کے لئے تدبیریں سوچیں،
 لیکن یہ ظاہر ہے کہ آج کل جس طرح سے سودی کاروبار نے پوری دنیا کو اپنی گرفت
 میں لے رکھا ہے اس سے خلاصی حاصل کرنے کی مشکل اور مؤثر صورت تو جہی ہو سکتی
 ہے جبکہ کوئی با اختیار حکومت سود کی دینی اور معاشرتی خرابیوں کا پورا احساس کر کے
 اس کے سد باب کا عزم کر لے اور اس کی راہ میں جو مشکلات ہیں اپنے پورے ذرائع
 سے ان کا مقابلہ کرے۔ بے چارے عوام یا ان کی کوئی جماعت اس کام کو مکمل طور
 پر نہیں کر سکتی، لیکن قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود پر
 انتہائی وعیدیں فرمائی ہیں، جو کسی دوسرے گناہ پر نہیں آئیں کہ سودی کاروبار اللہ تعالیٰ اور
 اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان جنگ کے مترادف قرار دیا جائے۔ اس کے پیش

مکھ - ابتداء جو حضرات اس کام کے لئے جمع ہوئے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں اب بعد
 میں اور بھی بہت سے حضرات نے شرکت فرمائی (۱) جناب حاجی محمد یوسف صاحب مالک سٹیٹ بینک ل
 کراچی (۲) حاجی محمد اویس صاحب جیل ریڈنگ کمپنی کراچی (۳) حاجی محمد شریف صاحب مالک سٹیٹ بینک
 کمپنی کراچی (۴) حاجی محمد تقی صاحب کھیت کراچی (۵) حاجی محمد یوسف صاحب تاج ریسٹورنٹ کراچی (۶) حاجی
 محمد یوسف صاحب سوداگر پارچہ کراچی (۷) حاجی محمد یوسف صاحب برش مرکٹس کراچی (۸) حاجی احمد
 بھائی کاغذی کراچی (۹) حاجی عبداللہ بھائی بولٹن مارکیٹ کراچی (۱۰) مولوی محمد یوسف صاحب محلہ کراچی۔

نظر کی مسلمان کے لئے اس کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ اس شدید حرام کے دنیا میں پہلے جانے کے عذر کا سہارا لے کر اپنی مقدور بھر کوشش بھی چھوڑ بیٹھے، بلکہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ مقدور بھر اس سے خلاصی کی تدبیر میں لگا رہے اور اس کی کوشش کرنے کا اگر وہ دنیا کے بازاروں سے سودی کاروبار کو ختم نہیں کر سکتا تو کم از کم اس کے کم کرنے کی جدوجہد میں لگا رہے۔ کامیابی ہو یا نہ ہو۔ بازاروں اور تجارتی حلقوں کا رخ بدلتی تو اپنے قبضہ میں نہیں، لیکن اس راستے میں اپنی مقدور صحت کرنے کی نیت سے بنام خدا تعالیٰ پہلے یہ رسالہ بھجوا گیا ہے۔ جس میں رباً (سود) کی شرعی تعریف اور اس کے اقسام کے متعلق قرآن و حدیث کے احکام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے تاکہ کم از کم علمی اور فکری غلطی سے تو نہجات حاصل ہو سکے۔ اور ارادہ یہ ہے کہ اس کے بعد معاشری حیثیت سے معاشیات ہی کے اصول پر سود کی نامعقولیت اور تباہ کن اثرات کا بیان کیا جائے۔ اور بلا سود بینکاری کے نظام کا ایک خاکہ شرعی اور فقہی اصول کے مطابق پیش کیا جائے۔

نیز ”بیمہ زندگی“، ”پراویڈنٹ فنڈز“ کی شرعی حیثیت اور قمار (جوئے) کے ضروری احکام و مسائل اور رائج الوقت معاملات جن میں سود یا قمار شامل ہے اور ان کی تفصیل اور ان میں سود قمار سے بچنے کی کوئی شرعی تدبیر ممکن ہو تو اس کا بیان مختلف حصوں اور رسالوں کی صورت میں کیا جائے۔

الحمد للہ اس رسالہ کی طبع ثانی کے وقت مذکور مسائل پر مندرجہ ذیل رسائل تیار ہو چکے ہیں۔ جن میں سے بعض شائع ہو چکے ہیں اور بعض زیر طبع ہیں۔ تقسیم وقت کا اسلامی نظام جس میں معاشیات کے اس بنیادی مسئلے کا تجزیہ کر کے سود کی نامعقولیت اور تباہ کن اثرات کا بیان ہے۔

یلا سود بینکاری جس میں فقہ اسلامی کی رو سے ایک ایسا نظام پیش کیا گیا ہے جس پر جائز اور نفع بخش طریق سے بینکاری کا نظام چلایا جاسکتا ہے جس کو بینکنگ کے ماہرین نے قابل عمل تسلیم کیا ہے۔

بیمہ زندگی، پراویٹنٹ فنڈ، احکام قمار اور اسلامی نظام میں معاشری اصلاحات کیا جوں گی؟

ان رسائل کا مقصد

میں اس وقت جب کہ میں اس رسالہ کی تصنیف کا عزم کر کے کافی محنت برداشت کرنے کا تہیہ کر چکا ہوں، یہ بات میری نظر سے اوجھل نہیں کہ دین اور احکام دین سے عام غفلت کے دور میں اگر ہم نے کوئی ایسا رسالہ لکھ ہی دیا تو وہ نقارخانہ میں طوطی کی صدا کے سوا کیا ہو سکتا ہے، اور اس سے ہمارے بازاروں کی اصلاح میں کیا مدد مل سکتی ہے اور آج کل کے ہوشیار دانشمندوں کی طرف سے اس کے صلہ میں جو بیوقوفی اور سادہ لوحی کے القاب کا انعام ملے گا، وہ مزید برآں یہ خیالات سامنے آکر بار بار قلم کو روکنے اور ہمت کو پست کرنے لگتے ہیں۔

لیکن چند روشن فوائد بحمد اللہ، سب رساوس پر غالب ہیں اور ان ہی کے لئے جوہر تعالیٰ یہ رسالہ لکھا جا رہا ہے۔

اولیٰ مسلمانوں کو ایک حرام چیز کا حرام اور دنیا و آخرت کے لئے وبال عظیم ہونا معلوم ہو کر کم از کم ان کا علم صحیح ہو جائے اور یہ خود ایک بڑا فائدہ ہے کہ بیمار اپنی بیماری سمجھنے

لگے تو شاید کسی وقت علاج کی طرف بھی توجہ ہو جائے۔ ہر مسئلہ کے متعلق مسلمان پر دو فرض عائد ہیں۔ پہلے اس کا علم قرآن و سنت ہی سے حاصل کرنا، دوسرے اس کے مطابق عمل کرنا، اگر غفلت یا کسی معاشرتی مجبوری سے ایک آدمی گناہ میں مبتلا ہے تو کم از کم ایسا تو نہ رہے کہ اس گناہ کو گناہ بھی نہ سمجھے اور اس طرح ایک گناہ کے دو گناہ بنالے، ایک عظمیٰ، دوسرا عملی، اور ایک گناہ کا رجب اپنے آپ کو گناہ کا سمجھے اور اس کا استفسار بھی ہو جائے تو اس کو کبھی نہ کبھی توبہ کی توفیق ہو جانا بعید نہیں۔

دوم۔ یہ کہ کسی بے فکرے بیمار کو اس کی بیماری بتلا دینے کا یہ نتیجہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ علاج کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اس طرح مسلمان کو جب کسی کام کا انجام بد اور وبال آخرت معلوم ہو جائے تو کسی نہ کسی وقت اس سے اُسے بچنے کا کم از کم خیال تو آئے گا اور یہ خیال بعض اوقات عزم کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو تمام مشکلات کے پہاڑوں کو راہ سے ہٹا دینے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

معلوم۔ اسلام کا قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ ہے کہ دنیا پر کیسے ہی درو آئیں، کتنی ہی جہالت اور غفلت عام ہو جائے، حق پر قائم رہنا کتنا ہی مشکل ہو جائے لیکن ہر درو میں کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ساری مشکلات کا مقابلہ کر کے دین کی صیغہ راہ پر قائم رہتے ہیں، ان کے لئے ہر حال یہ سال ایک مشعل راہ ہو گا۔ وَمَا ذَلِكْ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

لیکن یہ فوائد بھی محض کتاب و کلمہ دینے یا سچاپ دینے سے

عام مسلمانوں سے اپیل اس وقت تک پورے نہیں ہو سکتے جب تک کہ عام مسلمان خصوصاً تجارت پیشہ حضرات اس کو عام کرنے اور ہر مسلمان تاجر تک پہنچانے میں تعاون نہ کریں، اس لئے ضروری ہے کہ جو حضرات اس فریضہ کی اہمیت کو محسوس کرتے ہیں۔ اس کام کو تبلیغ دین کا اہم مقصد قرار دے کر اس میں پوری توجہ دیں۔ واللہ المستعان وعلیہ المکاتل۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 الْعَمَلُ لِلَّهِ وَكَفَى مَسْأَلَةً عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى .

ربا کی تعریف اور سودِ ربا میں فرق !

قرآن حکیم میں جس چیز کو بلفظ ربا حرام قرار دیا ہے اس کا ترجمہ اردو زبان کی تنگ دامانی کے باعث عام طور پر لفظ سود سے کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ربا اور سود دونوں عربی اہم اردو میں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن حقیقت یہ نہیں بلکہ ربا ایک عام اور وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ مروجہ سود بھی اسی کی ایک قسم یا فرد کی حیثیت میں ہے۔ مروجہ سود ایک معین مقدارِ روپیہ متعین میعاد کے لئے ادھار دے کر معین شرح کے ساتھ نفع یا زیادتی لینے کا نام ہے۔ اور بلاشبہ یہ بھی ربا کی تعریف میں داخل ہے مگر ربا اس میں منحصر نہیں اس کا مفہوم اس سے زیادہ وسیع ہے، اس میں بہت سے وہ معاملات بیع و شرا بھی داخل ہیں جن میں ادھار کا لین دین قطعاً نہیں۔

زمانہ جاہلیت میں بھی عموماً ربا مرثیٰ اسی کو کہتے اور سمجھتے تھے جس کو بیع سود کہا جاتا ہے یعنی ادھار کی میعاد پر معین شرح کے ساتھ زیادتی یا نفع لینا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ربا کے معنی کی وسعت بیان فرما کر بہت سی ایسی صورتوں کو بھی ربا قرار دیا جن میں ادھار کا معاملہ نہیں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ربا کے معنی لغت کے اعتبار سے زیادتی، بڑھوتری، بلندی کے آتے ہیں اور

ربا کے لغوی اور اصطلاحی معنی اصطلاح شریعت میں ایسی زیادتی کو ربا کہتے ہیں جو بغیر کسی الی معادضہ کے حاصل کی جائے

الرَّبَا فِي اللُّغَةِ الْمَرْبَاةُ وَالْمَرْبَاةُ الْإِيَّةُ عَلَى ذِيَادَةٍ لَا يَقَابِلُهَا عَوْنٌ (احکام القرآن ابن العربی)
 اس میں وہ زیادتی بھی داخل ہے جو روپیہ کو ادھار دینے پر حاصل کی جائے کیونکہ
 مال کے معاوضہ میں تو اس المال پورا مل جاتا ہے جو زیادتی بنام سود یا انٹرسٹ "لی جاتی ہے
 وہ لیے معاوضہ ہے اور بیع و شرا کی وہ صورتیں بھی اس میں داخل ہیں جن میں کوئی زیادتی
 بلا معاوضہ حاصل کی جائے جس کی تفصیل اس رسالہ میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ مگر جاہلیت
 عرب کے زمانہ میں لفظ ربا صرف پہلی قسم کے لئے بولا جاتا تھا، دوسری اقسام کو وہ ربا
 میں داخل نہ سمجھتے تھے۔

اس ربا کی مختلف صورتیں مختلف خطوں میں رائج تھیں، عرب میں اس کا اکثر
 رواج اس طرح تھا کہ ایک مبین رقم معین مدت کے لئے معین مقدار سود پر دے دی جاتی
 تھی۔ قرض خواہ نے اگر میعاد مقررہ پر واپس کر دی تو مقررہ سود لے کر معاملہ ختم ہو گیا،
 اور اگر اس وقت واپس نہ کر سکا تو آئندہ کے لئے مزید سود کا معاملہ کیا جاتا تھا۔ بہر حال
 ربا کی حقیقت جو نزول قرآن سے پہلے بھی سمجھی جاتی تھی یہ تھی کہ قرض دے کر اس پر نفع
 لیا جائے۔ ربا کی یہ تعریف ایک حدیث میں بھی ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے :-
 كُلُّ قَرْضٍ جَوَّ مُنْفَعَةٍ فَلَهُ دَجْوًا یعنی جو قرض کچھ نفع کا ہے وہ ربا ہے۔

یہ حدیث علامہ سیوطیؒ نے جامع صغیر میں نقل کی۔ اور فیض القدیر شرح جامع صغیر
 میں اگرچہ اس کی سند پر جرح کی ہے اسناد کو ضعیف بتلایا ہے لیکن اس کی دوسری شرح
 سران المیزان میں عزیزیؒ نے اس کے متعلق یہ الفاظ لکھے ہیں۔ قال الشیخ حمید بن حسن لغیرہ
 یعنی یہ حدیث حسن لغیرہ ہے، کیوں کہ دوسری روایات و آثار سے اس کی تائید ہوتی ہے۔
 بہر حال یہ روایت محدثین کے نزدیک صالح للعلل ہے۔ اس لئے اس کو استدلال میں پیش

رباکی دوسری قسم یہ تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اللَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفَقْصَةُ
بِالْفِقْصَةِ وَالْبُرْمُ بِالْبُرْمِ وَالشَّعِيرُ
بِالشَّعِيرِ وَالْتَمَرُ بِالْمَلْحِ وَالْمَلْحُ
مِثْلًا مِثْلُ يَدِ ابْنِ سَعْدٍ فَمَنْ
زَادَ وَاسْتَزَادَ فَقَدْ آذَى
الْأَخْلَصَ وَالْمُعْطَى فِيهِ سَوَاءٌ
(بخاری عن ابْنِ سَعِيدٍ)

سونا سونے کے مثلے چاندی، چاندی کے
بدلے اور گندم، گندم کے بدلے اور نمک
نمک کے بدلے میں اگر لیا اور دیا جائے تو ان کا لین
دین برابر برابر دست بردست ہونا چاہیے اس
کی بیشی دیا ادھار، ربا کے حکم میں ہے جس
کے گناہ میں لینے والا اور دینے والا برابر ہیں۔

یہ حدیث نہایت صحیح اور قوی اسانید کے ساتھ تمام کتب حدیث میں معونات مختلفہ
منقول و مشہور ہے۔ اس حدیث سے ایک نئی قسم کا ربا کے حکم میں داخل ہونا معلوم ہوا کہ
چھ چیزیں جن کا ذکر اس حدیث میں کیا گیا ہے۔ اگر ان چیزوں کا باہمی تبادلہ اور بیع کی جائے
تو اس میں بھی بیشی کرنا بھی ربا ہے اور ادھار کرنا بھی ربا ہے، خواہ اس ادھار میں مقدار
کی کوئی زیادتی نہ ہو بلکہ برابر لیا دیا جائے۔ چونکہ ربا کا مشہور اور متعارف مفہوم قرض
دے کر اس پر نفع لینا تھا۔ وہ سب صحابہ کرام نے پہلے ہی سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، مگر ربا کی یہ
قسم جو حدیث میں بیان کی گئی حضور کے بیان سے پہلے کسی کو معلوم نہ تھی۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جیسے امام اور فقیہ صحابی کو بھی شروع میں جب تک
حضرت ابوسعید خدریؓ کی اس روایت کا علم نہ تھا جو اوپر نقل کی گئی ہے۔ تو اس قسم ربا
کے حرام ہونے کے قائل نہ تھے (کما رواہ مسلم) پھر جب حضرت ابوسعیدؓ نے یہ روایت ابن
عباسؓ کو سنائی تو انہوں نے اپنے سابقہ فتویٰ سے رجوع کیا اور اپنی غلطی پر استغفار

فرمایا (نیل الاوطار بروایت حاکم)

ربوٰا کی تشریح کیمتعلق حضرت فاروق عظیم کا ارشاد جس کی تفصیلات کے

تبعین میں حضرت فاروق عظیم رضی اللہ عنہ کو اشکال پیش آیا، کیوں کہ حدیث میں صرف چھ چیزوں کا نام لے کر ان میں کئی بیشی اور ادھار کو حکم ربوٰا قرار دیا گیا ہے مگر الفاظ حدیث میں اس کی صراحت نہیں ہے کہ یہ حکم صرف انھیں چھ چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا کسی مضابط کے تحت اور چیزیں بھی اس میں داخل ہیں اور چونکہ آیات ربوٰا آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آخر عمر میں نازل ہوئیں اس کے متعلق حدیث مذکور کی مزید تشریح کو آپ سے دریافت کرنے کا کسی کو اتفاق نہ ہوا۔ اس لئے حضرت فاروق عظیم رضی اللہ عنہ نے اس پر اظہار انفس فرمایا کہ کاش ہم نے آپ سے اس کی پوری تشریح کر لی ہوتی اسی کے ساتھ اور بھی چند مسائل جن میں ابہام باقی رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی تشریح معلوم کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ان پر بھی اسی سلسلہ میں اظہار انفس فرمایا، فاروق عظیم کے الفاظ یہ ہیں:-

ثَلَاثٌ وَحَدَّثْتُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَهْدًا إِلَيْنَا فِيهِمَنْ عَهْدُ الْجَدِّ وَالْكَوَلَةِ وَالْبَوَائِبِ مِنَ الْبَوَائِبِ السَّرْبِجَا (ابن کثیر فی التفسیر و ابن علقمہ و ابن مرد دہیدہ)

تین مسائل ایسے ہیں کہ مجھے یہ تمنا رہ گئی کہ کاش! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ہم سے مزید تشریحات بیان فرماتے دو مسئلے تو فرائض میراث کے ہیں، (یعنی دادا اور کالہ کی میراث اور قبر امسئلہ ربوٰا کے بعض البواب و اقسام کی تشریح۔



فائدہ دار عقلمند کے اس ارشاد میں ابواب ربوا سے یہی تشریحات مراد ہیں کہ یہ حکم ان چھٹے چیزوں کے ساتھ مخصوص ہے یا یہ چیزیں بطور مثال کے بیان فرمائی ہیں اور دوسری کچھ اشیا بھی اسی حکم میں داخل ہیں اور اگر دوسری اجناس بھی داخل ہیں تو ان کا ضابطہ کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ بعد میں آنے والے ائمہ مجتہدین ابو حنیفہ، شافعی، مالک، احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے اپنے اپنے اجتہاد سے ان چیزوں کا ایک ضابطہ بتایا اور دوسری اشیا کو بھی اسی ضابطہ کے ماتحت اس حکم میں داخل قرار دیا جس کی تفصیل کتب فقہ میں مذکورہ معروف و حاصل یہ ہے کہ قرض و ادھار پر نفع لینا تو ربوہ کا مفہوم پہلے سے معلوم و مشہور تھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں بیع دسھارہ کی بعض صورتوں کا بھی حکم ربوہ ہونا معلوم ہوا۔

اسی لئے عام طور پر علماء نے لکھا ہے کہ ربوہ کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم کو ربانسیہ اور رباجالبیہ کہا جاتا ہے اور دوسری قسم کو ربانقد یا ربایع یا ربافل کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے اور چونکہ پہلی قسم خود الفاظ قرآن سے قبل بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی واضح تھی۔ اس لئے بعض فقہاء نے اس قسم کو ربالقرآن کے نام سے بھی موسوم کیا اور دوسری قسم چونکہ محض الفاظ قرآن سے نہیں سمجھی گئی، بلکہ بیان رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے معلوم ہوئی اس کو رباجالحدیث کہا گیا۔

ادب بتلایا گیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کا اصطلاحی رباس زیادتی رباجاہلیت کیا تھا؟ کا نام تھا جو قرض کی مہلت کے بدلے میں بیرون سے لی جاتی

۱۔ حضرت نادر بن عوف نے خود ایک خطبہ میں اس کا اعلان فرمایا ہے کہ مسئلہ ربائی تشریحات معلوم نہ ہونے سے ان کا کیا مطلب اس خطبہ کے الفاظ اسی کتب کے آخر میں حدیث میں ملاحظہ ہو۔

تھی اس کے ثوابہ علماء لغت ان کے تفسیر و حدیث کے حوالوں سے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) لسان العرب جو لغت عرب کی نہایت مستند کتاب ہے۔

الرِّبَا رِبَاوَانٌ وَالْحَرَامُ كُلُّ قَرْضٍ
يُؤْخَذُ بِهِ أَكْثَرُ مِثْلِهِ أَوْ يُجْبَرُ
بِهِ مَنُفَعَةٌ ۖ

ربا کی دو قسمیں ہیں اور حرام ہر قرض ہے
جس پر کچھ زیادہ لیا جائے یا ترض سے
کوئی منفعت حاصل کی جائے۔

(۲) نہایہ ابن اثیر جو خاص لغت حدیث کی شرح کے لئے نہایت مستند مسلم ہے۔

تَكَوَّرَ ذِكْرُ الرِّبَا فِي الْحَدِيثِ
وَالْأَصْلُ فِيهِ الرِّبَا دَخَّ
عَلَى الْمَالِ مِنْ غَيْرِ عَقْدٍ
تَبَايَعٌ ۖ

ربا کا ذکر احادیث میں بار بار آیا ہے اور
اصل اس میں یہ ہے کہ بغیر عقد بیع کے
راس المال پر کوئی زیادتی لیتا اس کا
نام ربا ہے۔

(۳) تفسیر ابن جریر طبری جو اُمّ التفسیر سمجھی جاتی ہے اس میں ہے :-

وَحَرَمَ الرِّبَا لِعَيْنِ الْبَيْتِ دَخَّ
الَّذِي يَزِيدُ حُرُوبَ الْمَالِ بِسَبَبِ
ذِيَادَةِ غَرَبِهِ فِي الْأَجَلِ
وَتَا حِينَ يَدْرُسُهُ عَلَيْهِ ۖ

ربا حرام ہے۔ ربا سے مراد وہ زیادتی ہے
جو مال والے کو ملتی ہے اس لئے کہ اس کے
قرض دار نے مبادین زیادتی کر کے ادائیگی
قرض میں دیر کر دی۔

(۴) تفسیر مظهری حضرت قاضی شام اللہ بانی پتی رح میں ہے :-

الرِّبَا فِي اللُّغَةِ الزِّيَادَةُ فَتَالَ
اللَّهُ تَعَالَى وَبُذِيَ الصَّدَقَاتِ وَ
الْمَعْنَى أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ الزِّيَادَةَ

ربا کے لغوی معنی زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے
قرآن میں یوسفی الصدقات آیہ ہے یعنی
اللہ تعالیٰ صدقات کو بڑھاتا ہے۔ اور

فِي الْقَرْضِ عَلَى الْقَدْرِ
الْمُدَّخُوعُ :

(۵) تفسیر کبیر امام رازی

أَعْلَمَ أَنَّ الرِّبَا قِسْمَانِ
وَبِالنَّسْبِ مِثْلُ وَرَبَا الْقَضَلِ
أَمَّا وَرَبَا النَّسْبِ فَلَهُوَ الْأَمْرُ
الَّذِي كَانَ مَشْهُورًا مَتَّعًا وَفًا
فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا
يُذَوِّعُونَ الْمَالَ عَلَى أَنْ يَأْخُذُوا
كُلَّ شَهْرٍ قَدْرًا مَعِيْنًا وَيَكُونُ
رَأْسُ الْمَالِ يَأْقِيَانَهُ إِذَا حَلَّ
الَّذِينَ طَالَبُوا الْمُدَّيُونَ بِرَأْسِ
الْمَالِ فَإِنْ تَعَدَّ عَلَيْهِ الْأَدَاءُ
زَادَ وَفِي الْحَقِّ وَالْأَجَلِ فَهَذَا
هُوَ الرِّبَا الَّذِي كَانُوا فِيهِ
الْجَاهِلِيَّةُ تَعَا مَلُوكٌ بِهِ وَأَمَّا
رَبَا النِّقْدِ فَلَهُ أَنْ يَبْعَ
مَنْ الْجَنَاحُ مَبْنُوعٌ مِنْهَا وَفًا
أَشْبَهَ ذَلِكَ

معنی حرمت رہا کہ یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے
قرض میں دیئے ہوئے مال سے زائد لینے کو حرام قرار دیا

سمجھ لو کہ ربا کی دو قسمیں ہیں ایک ادھار کا
ربوا۔ دوسرے نقد پر زیادتی کا ربا۔ پھر
ادھار کا ربا وہی ہے جو زمانہ جاہلیت سے
مشہور و متعارف چلا آئے ہے جس کی صورت
یہ ہے کہ یہ لوگ اپنا روپیہ ادھار پر اس شرط
سے دیتے کہ اٹار روپیہ اس کا ماہوار سود
دیتا ہوگا، اور اس المال پر دستور باقی رہے
گا، پھر جب قرض کی میعاد پوری ہو جاتی تو
وہ قرض دار سے اپنا اس المال طلب کرتے
اگر قرض دار اس وقت ادا کرنے سے عذر
کرتا تو وہ میعاد میں اور زیادتی کر دیتے
اور اس کا سود بڑھا دیتے تھے۔ رہا کہ یہ
قسم زمانہ جاہلیت میں رائج تھی اور بال نقد
ا جس کا بیعان حدیث میں آیا ہے ایسے
کہ گنہوں کے ایک من کے بدلے میں دس من یا گنا
اور اسی طرح دوسری اشیاء۔

(۶) احکام القرآن ابن العربیؒ

وَكَانَ الزُّبُرُ اَعْتَدَ هُمْ مَعْرُوفًا (الی)
 اَنْ مَنْ دَعَا اَنْ هَذِهِ الْاٰیَةُ مُجْمَلَةٌ
 فَلَمْ يَفْهَمْ مَقَاطِعَ الشَّرِيعَةِ
 فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَرْسَلَ رَسُولَهُ
 إِلَى قَوْمٍ هُوَ مِنْهُمْ بَلَّغَتْهُمْ وَأَنْزَلَ
 عَلَيْهِ كِتَابَهُ تَفْصِيْلًا مِنْهُ
 بِلِسَانِهِ وَلِسَانِهِمْ وَالْبَيِّنَاتِ فِي
 الْاَلْفَةِ الْبَيِّنَاتِ وَالْمُرَادُ فِي الْاٰیَةِ كُلِّ
 زِيَادَةٍ لَا يَتَابَعُهَا حَوْضٌ ۝

لفظ رباعرب میں مشہور و معروف تھا اور
 جس شخص نے یہ خیال کیا کہ آیت مجمل ہے
 اس نے شریعت کے قطعی مقاصد کو نہیں
 سمجھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو
 ایک ایسی قوم کی طرف بھیجا جس میں ہر فرد بھی
 داخل تھے اور انہیں کی زبان میں بھیجا اور اپنی
 کتاب بھی ان کی زبان میں اتاری، تاکہ ان
 کے لئے آسان ہو جائے۔ اور تباہت عرب
 میں زیادتی کہہتے ہیں اور مراد وہ زیادتی ہے جس
 کے مقابل میں ملی عوض نہ ہو جیسے قرض زیادتی لینا

(۷) احکام القرآن ابو بکر جصاصؒ حنفی۔

فَمِنْ الزُّبُرِ مَا هُوَ بَيِّنٌ
 وَمِنْهُ مَا لَيْسَ بَيِّنٌ وَهُوَ
 رَبِّ اَهْلِ السَّجَاهِ لَيْسَ
 وَهُوَ الْقَرْضُ الْمَشْرُوطُ فِيهِ
 الْاَجَلُ وَزِيَادَةُ مَسَالٍ عَلَى
 الْمُسْتَقْرَضِ ۝

ربا کی ایک قسم وہ ہے جو بیع میں ہوتا ہے
 دوسرا وہ جو بیع میں نہیں ہوتا اور یہی ربا
 اہل جاہلیت میں جاری تھا جس کی حقیقت
 یہ ہے کہ قرض کسی میعاد کے لئے اس شرط
 پر دیا جائے کہ قرض لینے والا اس پر کچھ
 زیادتی ادا کرے گا۔

(۸) بدایۃ المجتہدین رشد الی

رَبِّ الْجَاهِلِيَّةِ الَّذِي نَجَّى مَعْنَهُ
وَذَلِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا يَسْلِفُونَ
بِالزَّيَّادَةِ فَيَنْظُرُونَ فَكَانُوا
يَقُولُونَ أَنْظِرْنِي إِلَى ذَلِكَ
هَذَا هُوَ الَّذِي عَنَّا بِقَوْلِهِ
فِي حُجَّةِ الْوُدَّاعِ إِلَّا أَتَى
رَبَّ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعٌ
وَبِالْجَاهِلِيَّةِ جِسْ مِنْ تَرَانِ
يہ ہے کہ لوگ تشریح پر کچھ زیادتی کی شرط
کر کے فرض دیا کرتے تھے پھر معاد مقرر
پر مزید مہلت مزید سولہ گا کر دیتے تھے
یہی وہ رہا ہے جس کو رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں باطل
قرار دیا ہے۔

مذکور الصدر حوالوں سے یہ واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ لفظ ربا ایک مخصوص
معاملہ کے لئے عربی زبان میں نزول تشریح سے پہلے سے متعارف چلا آتا تھا،
اور پورے عرب میں اس معاملہ کا رواج تھا، وہ یہ کہ فرض دے کر اس پر کوئی نفع
لیا جائے اور عرب مرتن اسی کو ربا کہتے اور سمجھتے تھے، اسی ربا کو قرآن کریم نے حرام
فرمایا۔ اور اسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ربا الجاہلیہ
کے نام سے موسوم فرما کر باطل قرار دیا۔

تفسیر قرطبی میں ہے۔ وَذَلِكَ أَنَّ الْعَرَبَ لَا تَعْرِفُونَ رَبًّا إِلَّا ذَلِكَ زَالِي
فَحَرَّمَ سُبْحَانَهُ ذَلِكَ وَرَدَّ عَلَيْهِمْ بِقَوْلِهِ وَأَخْلَى اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا
(شہ قال) وَهَذَا الرِّبَا هُوَ الَّذِي لَسَخَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَوْلِهِ
يَوْمَ عَوْفَةَ إِلَّا إِنْ تَحَى رِبَا مَوْضُوعٌ۔ اس میں نہ کوئی ابہام تھا نہ اجمال نہ کسی کو اس کے
سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں ایک منٹ کا تاثر یا تردد پیش آیا۔

اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باشاراتِ وحی الہی اس کے مفہوم میں اور چند محاطات کا اضافہ فرمایا، چھ چیزوں کی باہمی خرید و فروخت میں کمی بیشی یا ادھار کرنے کو بھی رہائیں داخل قرار دیا، اسی لئے اس قسم کو رہا الحدیث یا رہا الفضل یا رہا النقد وغرہ کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے، یہ عربی لغت اور اہل جاہلیت کے متعارف مفہوم سے ایک زائد چیز تھی۔ اس کی تفصیلات بھی پوری تشریح کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی تھیں اسی لئے اس کی تشریحات میں حضرت فاروق عظیم اور صحابہ کرام کو کچھ شکاک پیش آئے اور بالآخر انہوں نے اپنے اجتہاد سے احتیاط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے جس چیز میں سود کا شبہ اور شبائے بھی محسوس کیا اس کو بھی ممنوع قرار دیدیا۔

فاروق عظیم کا ارشاد تھا عُوا الزَّيْبَاءُ وَالزَّيْبَةُ یعنی سود کو بھی چھوڑ دو اور جس میں سود کا شبہ ہو اس کو بھی چھوڑ دو۔ اسی کے بارے میں آیا ہے۔

مسئلہ سود میں بعض لوگوں نے تو حضرت فاروق عظیم شبہات اور غلط فہمیاں رضی اللہ عنہ کے قول کو آرٹا بایا جو سود کی اس خاص قسم کے بارے میں ارشاد ہوا تھا جس کا آج کل کے مزدجہ سود کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں یعنی چھ چیزوں کی باہمی بیع و شراء کا مسئلہ جدیداً کہ آپ تفصیل سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ انہوں نے اس قول کا یہ نتیجہ نکالا کہ ربوہ کی حقیقت ہی مبہم رہ گئی تھی۔ اس کے متعلق جو کچھ علماء فقہاء نے لکھا وہ گویا صرف ان کا اجتہاد تھا۔ مگر میں وضاحت کے ساتھ کچھ چکا ہوں کہ حضرت فاروق عظیمؓ کو صرف اس قسم ربوہ کے متعلق تردد پیش آیا جو قرآن کے الفاظ میں مقرر نہیں تھا، اور لغت عرب اور رسوم عرب میں بھی اس کو ربوہ نہیں کہا جاتا تھا۔ بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان نے اس کو مفہوم رہا میں داخل قرار دیا، وہ چھ چیزوں

کی آپس میں بیع و شرار کا معاملہ تھا۔

جو سودا گج کل رائج ہے اور جس میں ساری بحث سے اس سے ان کے اس ارشاد کو دور کا بھی واسطہ نہ تھا، اور جو کیسے سکنا تھا جب کہ جاہلیت عرب سے اس کے معاملات رائج اور جاری تھے اور بتدار اسلام میں جاری رہے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ اور صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت اس کا کاروبار کرتی تھی اور اسی وجہ سے آپ کو حجۃ الوداع میں اس قرآنی فیصلہ کا اعلان کرنا پڑا کہ پچھلے زمانہ کے جو سودی معاملات آپس میں چل رہے ہیں، ان کے چکانے اور لینے دینے میں بھی عرف راس المال لیا اور نیا جائے گا۔ سود و ربوہ کی رقم کا لین دین جائز نہ ہو گا۔

پھر ایشیاءِ برہ کے سود کے متعلق جو حضرت عمرؓ کو اشکال پیش آیا، وہ بھی اس میں نہیں کہ ان اشیاءِ برہ کے سود کو حرام سمجھے میں ان کو کوئی تردد نہ تھا، بلکہ اشکال صرف یہ تھا کہ شاید یہ حکم ایشیاءِ برہ تک محدود نہ ہو اور ایشیاءِ برہ کا مذکورہ حدیث میں بطور مثال لایا گیا ہو۔ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ دوسری اشیاء کی بیع و شرار میں بھی سود کی صورت پیدا ہو جائے اسی لئے جس روایت میں حضرت عمرؓ کا یہ قول منقول ہے کہ ہم البواب ربوہ کی پوری تشریح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت نہ کر سکے اس کے آخر میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

فَدَعَا الرَّبْوَاعَ وَالرَّوْبِيَّةَ (رواہ ابن ابی الدرداء) یعنی اس اشتباہ کا اثر مسلمانوں کے لئے یہ ہونا چاہیے کہ ربوہ کو تو چھوڑنا ہی ہے۔ جس چیز میں ربوہ کا شبہ بھی ہو جائے اس کو بھی چھوڑ دینا۔

پھر یہ ارشاد صرف خیال کے درجہ میں نہیں رہا، بلکہ فاروقِ عظیمؓ نے اس احتیاط کو اپنا دستور العمل بنالیا تھا، جیسا کہ امام شافعیؒ نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے تو سمجھنا

تَسْعَةُ أَصْحَابِ الْخَدَّاءِ مَخَافَةُ الرَّبْوَاعِ كَوْنِهِ فِي الْكَنْزِ مِنْ عِبْدِ الرَّزَاقِ فِي الْجَمْعِ

یعنی ہم نے نوے فی صدی معاملات کو حلال ہونے کے باوجود اس لئے چھوڑ دیا کہ ان میں سود کا خطرہ تھا۔ حیرت کا مقام ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ انکال کا نتیجہ نہ نکالیں کہ منصوص چیزوں کے علاوہ غیر منصوص چیزوں میں بھی ایسے معاملات سے احتیاطاً پرہیز کریں، اور یہ حضرات ان کے انکال کو مخصوص قسم سود سے ہٹا کر عام سود ربا کی طرف کیپنچ لے گئے پھر اس کا بھی نتیجہ نکالا کہ سرے سے ربا کی حرمت ہی ایک مشتبہ مسئلہ ہو گیا **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ**۔

دوسرا شبہ شخصی سود اور تجارتی سود میں فرق

بہت سے بکھے پڑے سنجیدہ لوگوں کو بھی ایک شبہ میں مبتلا پایا، وہ یہ ہے کہ قرآن میں ربا تو اس خاص سود کے لئے آیا ہے جو قدیم زمانے میں رائج تھا کہ کوئی غریب مصیبت زدہ اپنی مصیبت میں کسی سے قرض لے وہ اس پر سود لگاتے جو بے شک ظلم اور سخت دلی ہے کہ جہاں کی مصیبت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ آج کل کا رواج سود بالکل اس سے مختلف ہے۔ آج سود دینے والے مصیبت زدہ غریب نہیں بلکہ متمول سرمایہ دار تجارتی اور غریبان کو دینے کے بجائے ان سے سود وصول کرتا ہے۔ اس میں تو غریبوں کا فائدہ ہے۔ اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کریم میں ربا کی مخالفت کا ذکر ایک جگہ نہیں، مختلف سورتوں کی سات آٹھ آیتوں میں آیا، اور چالیس سے زیادہ احادیث میں مختلف عزمان سے اس کی حرمت بیان کی گئی۔ ان میں سے کسی ایک جگہ کسی ایک لفظ میں بھی اس کا اشارہ موجود نہیں کہ یہ حرمت صرف اس ربا کی ہے جو شخصی اغراض کے لئے لیا دیا جاتا تھا۔ تجارتی سود اس سے مستثنیٰ ہے۔ پھر کسی کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حکم میں

سے کسی چیز کو محض اپنے خیال سے متنبی کر دے یا عام ارشاد کو خاص کر دے یا مطلق کو بلا کسی دلیل شرعی کے مقید و محدود کر دے، یہ تو کبھی تحریفِ قرآن ہے۔ اگر خدا نخواستہ اس کا ردِ واہ کھلے تو پھر شراب کو بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہ شراب حرام حتیٰ جو خراب قسم کے برتنوں میں مٹا کر بنائی جاتی ہے اب تو صفائی ستھرائی کا اہتمام بے مشینوں سے سب کام ہوتے ہیں۔ یہ شراب اس حکم میں داخل ہی نہیں۔ قمار کی بھی جو صورت عرب میں رائج تھی جس کو قرآن کریم نے میسر اور ازام کے نام سے حرام قرار دیا ہے۔ آج وہ قمار موجود ہی نہیں۔ آج تو لاٹری کے ذریعہ بڑے بڑے کاروبار اس پر چلتے ہیں۔ مہمہ بازی کا کاروبار بڑے اخباروں، رسالوں کی روح بنا ہوا ہے تو کہا جائے گا، یہ اس قمارِ حرام میں داخل ہی نہیں، اور پھر تو زنا، فواحش، چوری، ڈاک، سبھی کی صورتیں پچھلی صورتوں سے بدلی ہوئی ملیں گی، سبھی کو جائز کہنا پڑے گا۔ اگر یہی مسلمانی ہے تو اسلام کا تو خاتمہ ہو جائے گا۔ اور جب محض چولہ بدلنے سے کسی شخص کی حقیقت نہیں بدلتی تو جو شراب نشہ لانے والی ہے وہ کسی پرانیہ اور کسی صورت میں جو بہر حال حرام ہے۔ جو اور قمار مروجہ مہموں کی نظر فزیب شکل میں ہو یا لاٹری کی دوسری صورتوں میں بہر حال حرام ہے۔ فحش و عریانی اور بے کاری قدیم طرز کے چٹکوں میں ہو یا جدید طرز کے کلبوں، ہوٹلوں، سینماؤں وغیرہ میں ہو بہر حال حرام ہے۔ اسی طرح سود و ربا یعنی قرض پر نفع لینا خواہ قدیم طرز کا مبالغہانی سود ہو یا نئی قسم کا تجارتی اور بینکوں کا، بہر حال حرام ہے۔

نزولِ قرآن کے وقت عرب میں تجارتی سود کا رواج تھا وہ بھی حرام قرار دیا گیا

اس کے علاوہ تاریخی طور سے مسئلہ ربا پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ یہ خیال بھی غلط ہے

کہ نزولِ قرآن کے زمانہ میں ربوا کی صورت رائج تھی کہ کوئی غریب آدمی اپنی شخصی مشکلات کے حل کے لئے سود پر قرض کا معاملہ کرے تجارت کے لئے سود پر روپیہ لینے دینے کا رواج نہ تھا بلکہ آیاتِ ربوا کا شانِ نزول دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حرم ربوا کا اصل نزول تجارتی سود ہی کے واقعہ میں ہوا ہے کیونکہ عرب اور بالخصوص قریش تجارت پیشہ حضرات تھے، اور عام طور پر تجارتی اغراض ہی کے لئے سود کا لین دین کرتے تھے۔ شرح بخاری عمدۃ القاری میں زید بن ارقم ابن جریج، مقاتل ابن حبان اور ہندی ائمہ تفسیر سے آیت **وَذَرُوا بَقِیَہِیْنَ اَلرِّبَاۃَ اَلْمَکْرَہَ** کے شانِ نزول کا یہ واقعہ نقل کیا ہے۔

تبیلہ بنو ثقیف کے خاندان بنی عمرو بن عمیر اور تبیلہ بنو مخزوم کے

ایک خاندان بنو میغرہ کے آپس میں زمانہ جاہلیت سے سود کا لین دین

چلا آتا تھا، ان میں سے بنو میغرہ مسلمان ہو گئے اور سود میں تبیلہ

ثقیف جو طائف کے رہنے والے ہیں ان کا ایک وفد عمر و ابن عبید وغیرہ

کی قیادت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ طیبہ حاضر

ہو کر مشرف باسلام ہو گیا (البیاض والنہادیہ لابن کثیر) مسلمان ہونے

کے بعد آئندہ کے لئے سودی کاروبار سے توسب تائب ہو چکے تھے،

لیکن پچھلے معاملات کے سلسلے میں بنو ثقیف کے سود کی ایک بڑی رقم

بنو میغرہ کے ذمہ واجب الادا تھی۔ انہوں نے اپنی رقم سود کا مطالبہ

کیا۔ بنو میغرہ نے جواب دیا کہ مسلمان ہونے کے بعد ہم سود ادا نہیں

کریں گے۔ کیونکہ سود کا لینا جس طرح حرام ہے اس کا دینا بھی حرام

ہے۔ یہ جھگڑا کئی مہینے آیا تو مقدمہ عتاب ابن اسید کی عدالت میں

پیش ہوا جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد مکہ کا امیر مقرر فرمایا تھا، اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو ان کے ساتھ تعلیم قرآن و سنت کے لئے مقرر کر دیا تھا، چوں کہ سابقہ معاملہ کی رقم سود کا مسئلہ قرآن میں صاف مذکور نہ تھا اس لئے حضرت عتاب بن اسیدؓ نے، اور روح المعانی کی روایت میں حضرت معاذؓ نے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اس معاملہ کے متعلق دریافت کیا کہ فیصلہ کیا گیا جائے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خط پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا فیصلہ آسمان سے سورۃ بقرہ کی دو مستقل آیتوں میں نازل فرمایا۔ وَذُرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا آلَئِنْ جَاءَكُمْ مِنْهُ بَعْضُ مَا أَنْصَحْتُكُمْ بِهٖ فَادْرَاجُوا فِيْهِ ذٰلِكَ مُطَاعٌ بِمَا تَنْصَحُوْنَ۔ (۲۴۵) میں پہلے ہی نازل ہو چکی تھی لیکن جو سود کی رقم اب تک کسی کے ذمہ واجب الادا باقی ہے، اس کا لینا اور دینا اب جائز نہیں۔ اب صرف اس المال لیا اور دیا جائے گا۔ اس کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اسید کو یہ جواب بھیجا کہ اب سود کی رقم لینا اور دینا جائز نہیں۔

آیات قرآن سن کر سب نے بالفاق رائے عرض کیا کہ ہم نے توبہ

کی۔ اب سود کی رقم کا مطالبہ نہ کریں گے (عدۃ القاری ص ۱۲۷ ج ۱)

یہ واقعہ تفسیر سحر محیط اور روح المعانی میں بھی کسی قدر فرق کے ساتھ مذکور ہے

اور تفسیر ابن جریر میں بروایت عکرمہ بھی ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس کے بعض تاریخی اجزاء ابن

نیز یہی کتاب البدایہ والنہایہ سے لئے گئے ہیں اور امام لغوی نے ان آیات کے نزول کے سلسلہ میں ایک دوسرا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت عباسؓ اور خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کا شرکت میں کاروبار تھا، اور ان کا لین دین طائف کے بنو ثقیف کے ساتھ تھا، حضرت عباسؓ کی ایک بھاری رقم بھجباں سود بنو ثقیف کے ذمہ واجب الادا تھی، انہوں نے اپنی سابقہ رقم کا بنو ثقیف سے مطالبہ کیا، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم قرآنی کے ماتحت اپنے چچا حضرت عباسؓ کو اپنی اتنی بڑی رقم، سود چھوڑ دینے کا حکم دے دیا (تفسیر منطہری بحوالہ لغوی و تفسیر درمنثور بحوالہ ابن جریر، ابن المنذر، ابن ابی ماتم)

پھر اس فیصلہ کا اعلان سنہ ۳۱ھ میں حجۃ الوداع کے موقع پر سنی کے خطبہ میں اس تفصیل کے ساتھ فرمادیا۔

أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ
تَحْتَ قَدْحِي مَوْضُوعٌ ذَرَّمَا
الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوعَةٌ ذَرَأَتْ
أَوَّلَ دِمَاسَةٍ مِنْ دِمَائِنَا
ابْنُ دُبَيْعَةَ بْنِ الْحَارِثِ كَانَ
مُسْتَرْضِعًا فِي بَنِي سَعْدٍ فَقَتَلَهُ
هَذَا مِنْ دِمَائِ الْجَاهِلِيَّةِ
مَوْضُوعَةٌ ذَرَأَتْ رَبَّ أَسْعَمَ
دُبَاعُ عَابَسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ
فَلَانَهُ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ رَاصِحٌ

خوب سمجھ لو کہ جاہلیت کی ساری رسمیں میرے
قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں، اور زمانہ
جاہلیت کے باہمی قتل و خون کے انتقام نہ
کے لئے ختم کر دیئے گئے۔ اور سب سے پہلا
انتقام ہم اپنے رشتہ دار غاص بن ربیعہ بن حارث کا
چھوڑتے ہیں جو قبیلہ بنی سعد میں رضاعت کیلئے
دیئے ہوئے تھے ان کو بنی ل نے قتل کر دیا تھا
اسی طرح زمانہ جاہلیت کا سود چھوڑ دیا گیا
اور سب سے پہلا سود جو چھوڑا گیا وہ مارہ
چچا عباسؓ کا سود ہے کہ وہ سب کا سب

مُسْلِمٌ بِرَوَايَتِ جَابِرٍ فِي حِجَّةِ الْوُدَّاعِ ہم نے چھوڑ دیا۔

حجۃ الوداع کا یہ عظیم الشان مشہور و معروف خطبہ اسلام میں ایک دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں آپؐ نے گذشتہ زمانہ کے قتل و خون کے انتقاموں کو بھی ختم کر دیا اور گذشتہ زمانے کے سودی معاملات کے سود کی رقموں کو بھی۔ اور حکیمانہ انداز میں اس کا اعلان فرمادیا کہ سب سے پہلے اپنے خاندان کے مطالبے چھوڑتے ہیں، جو دوسرے خاندانوں کے ذمہ ہیں، تاکہ کسی کے دل میں یہ دوسو نہ پیدا ہو کہ ہم پر یہ نقصان ڈال دیا گیا ہے۔ اور امام بغویؒ ہی نے ایک تیسرا واقعہ بروایت عطار و عکرمہ اور بیان کیا ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی سود کی رقم جو کسی اور سوداگر کے ذمہ تھی، اس کا مطالبہ کیا گیا تو آیات مذکورہ کے ماتحت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو روک دیا اور سود کی رقم چھوڑ دینے کا فیصلہ فرمایا۔

مذکورہ القدرین واقعات جو ان آیات کے شان نزول کے بارے میں مستند کتب تفسیر و حدیث سے نقل کئے گئے ہیں۔ ان میں پہلے واقعہ میں بنو ثقیف کا سود ایک قریشی خاندان بنو مغیرہ کے ذمے تھا اور دوسرے واقعہ میں اس کے برعکس قریش کا سود بنو ثقیف کے ذمہ تھا اور تیسرے واقعہ میں کسی خاندان کی یقین کے بغیر کچھ تجارت پیشہ لوگوں کا سود دوسرے تاجروں کے ذمہ تھا۔ اور حقیقت ان میں کوئی تضاد نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ تینوں واقعات پیش آئے ہوں اور سب سے متعلق یہ قرآنی فیصلہ نازل ہوا ہو۔ اور تفسیر و منثور کی ایک روایت سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے جس میں کسی واقعہ کا حوالہ دیتے بغیر فرمایا ہے کہ بنو ثقیف کے ایک خاندان بنو عمر اور قریش کے ایک خاندان بنو مغیرہ کے آپس میں سود کا لین دین تھا (در منثور بحوالہ ابی نعیم ص ۳۶ ج ۱) اس سے ظاہر

یہی ہے کہ کبھی وہ ان سے سودی قرض لیتے تھے کبھی یہ ان سے

اس کے ساتھ یہ بات بھی قابلِ نظر ہے کہ جن قبائل کے باہمی لین دین کا ذکر ہے وہ کسی حادثہ یا کسی ہنگامی ضرورت کے ماتحت قرض لینے کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس انداز سے کہ ان لوگوں کے درمیان یہ معاملات تجارتی کاروبار کی حیثیت سے مسلسل جاری تھے۔ اس کے ثبوت کے لئے روایات مذکورہ کے الفاظ ذیل کو دیکھئے۔

- (۱) كَانَ بَنُو الْعَبَّاسِ يَتْرَوْنَ ثَقِيفَ (دُرثور)
بنو مغیرہ ثقیف کو سود دیا کرتے تھے۔
- (۲) كَانَ رَبَابِيَةً يَعُونُ بِهِ فِي الْجَاهِلِيَةِ (دُرثور)
یہ ایک رہا تھا جس کے ساتھ جاہلیت کے لوگ تجارت کرتے تھے۔
- (۳) فَوَلَّتْ هَذِهِ الْأَيَّةُ فِي الْعَبَّاسِ
ابن عبد المطلب ودجل من بني
المغيرة كانا شريكين في الجاهلية
يسلفان في الربا الى ناس من ثقيف
(دُرثور ص ۳۶۶)
- یہ آیت حضرت عباس اور بنی مغیرہ کے ایک آدمی کے بارے میں نازل ہوئی، ان دونوں کا شرکت میں کاروبار تھا اور یہ ثقیف کے کچھ لوگوں کو سود پر روپہ ادھا دیا کرتے تھے

اور تفسیر قرطبی میں آیت فَلَمْ يَأْسَلْهُمْ كَيْفَ

- هَذَا احكم من الله لمن اسلم من
كفاد قريش وثقيف ومن كان
يتجرون لك (قرطبی ص ۳۳۲)
- یعنی یہ حکم اللہ تعالیٰ کا ان لوگوں کے متعلق ہے جو تجارت پیشہ کفار قریش و ثقیف میں سے مسلمان ہو گئے تھے۔

یہ تمام الفاظ اس کی کھلی شہادت ہیں کہ ان لوگوں میں یہ سود کا لین دین کسی دینی مصیبت یا حادثہ کو رفع کرنے کے لئے یا شخصی اور صرفی ضرورتوں کے لئے نہیں بلکہ

اس انداز میں تھا جیسے ایک تاجر دوسرے تاجر سے یا ایک کمپنی دوسری کمپنی سے معاملہ کیا کرتی ہے اور یہ لوگ ربا کو بھی ایک قسم کی تجارت سمجھتے تھے اسی لئے کہا تھا انہما البیع مثل الموبوا جس کو قرآن کریم نے رد کر کے بیع و ربا میں فرق کیا پھر بیع کو حلال ربا کو حرام ٹھہرایا۔ آج بھی جو لوگ مہاجنی ربا اور تجارتی ربا میں فرق کر کے تجارتی ربا کو بیع اور تجارت کی طرح جائز کہتے ہیں ان کا قول بھی انہیں کے مشابہ ہے جو ائمہ البیع مثل الموبوا کہا کرتے تھے اور جس کی وجہ سے ان پر عذاب آیا۔ لعنوا باللہ منہ۔

اس جگہ یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ طائف والوں کا قبیلہ بنو ثقیف بڑا مال دار تجارت پیشہ تھا اور سودی کاروبار میں ان کی خاص شہرت تھی۔ تفسیر بحر محیط میں ان کے متعلق نقل کیا ہے :-

كَانَتْ ثَقِيفٌ اكْثَرُ الْعَرَبِ
یعنی بنو ثقیف سودی معاملات میں سارے
عرب میں ممتاز تھے۔

اب ان واقعات سے حاصل شدہ نتائج کو سامنے رکھتے۔

- (۱) بنو ثقیف بڑا مالدار، تجارت پیشہ، سودی کاروبار میں معروف قبیلہ ہے اس کا سود بنی مغرہ کے ذمہ ہے اور وہ بھی تجارت پیشہ متمول لوگ ہیں۔
- (۲) حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید کا کاروبار ہے۔ اور بنو ثقیف جیسے مال دار لوگ ان سے سود پر روپیہ لیتے ہیں۔

(۳) حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ ایک دوسرے تاجر سے سود کا معاملہ کرتے ہیں۔ اسی کے ساتھ ایک اور واقعہ کا اضافہ کیجئے جو کنز العمال میں بروایت جامع بخاری نقل ہے۔ حضرت براہ بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے۔

قَالَ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا تَابِعِينَ فَقَالَ إِنْ كَانَ مَيْدًا بَيْدًا فَلَا بَأْسَ وَلَا يَصْلَحُ نَيْسِيَّةً ۖ

یہ فرماتے ہیں کہ ہم دونوں تابعین سے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کے متعلق مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ دست بدست معاملہ ہو تو جائز ہے

اُدھار کا معاملہ اس طرح جائز نہیں (یعنی اُدھار پر زیادتی کے ساتھ)

(۴) جسے معاملات سروری لیں یہ آیات ربوا کے شان نزول میں مذکور ہیں۔ ان میں اکثر کی صحت یہ ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص سے نہیں بلکہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے سود پر قرض لیتا ہے اور صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ہر قبیلہ کی تجارت میں اس کے دست سے افراد کی شرکت ہوتی تھی گویا عرب تاجروں کا ہر قبیلہ ایک تجارتی کمپنی ہوتی تھی۔ اس کے ثبوت کے لئے دیکھئے وہ واقعات جو غزوہ بدر کے تجارتی قافلہ کے مستقل مستند روایات سے ثابت ہیں۔ تفسیر منہجی میں بروایت ابن عقبہ وابن عامر اس تجارتی قافلہ کے متعلق نقل کیا۔

فِيهَا أَمْوَالٌ عِظَامَةٌ وَلَمْ يَبْقَ بِمَكَّةَ قُرَشِيٌّ وَلَا قُرَشِيَّةٌ لَهُ مِثْقَالُ فَصَاعِدٍ إِلَّا بَعِثَ بِهِ فِي الْعِيْزِ خَيْقَالٌ إِنَّ فِيهَا خَمْسِينَ أَلْفَ دِينَارٍ

اس قافلہ میں بڑے اموال تھے اور مکہ میں کوئی قرشی مرد یا عورت باقی نہ تھا جس کا اس میں حصہ نہ ہو اگر کسی کے پاس ایک ہی مثقال سونا تھا تو وہ بھی خرید کر لے گیا تھا اس

کا کل راس المال پچاس ہزار دینار یعنی چھپیس لاکھ دینار بتلایا گیا ہے۔

ان حالات و واقعات پر نظر ڈالیے کہ کون کون لوگوں سے سود پر رقم لے رہے ہیں ایک تاجر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے یا یوں کہئے کہ ایک کمپنی دوسری کمپنی سے لے اس ایک واضح ثبوت اس کتاب کے صفحہ ۹۰ پر ملاحظہ فرمائیے۔

سود پر قرض لے رہی ہے تو کیا اس سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ سودی لین دین، کسی
 شخصی مصیبت کے ازالہ کے لئے تھا۔ یا اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ سب لین
 دین تجارتی اغراض سے تھا۔ اور جو احادیث آگے آ رہی ہیں ان میں حدیث ۷۴۴
 میں مذکور ہے کہ کسی نے حضرت ابن عباس رضی سے سوال کیا کہ ہم کاروبار میں کسی سودی
 یا عیسائی کے ساتھ شرکت کر سکتے ہیں۔ اس پر حضرت ابن عباس رضی نے منہرمایا۔
 لَا تَشَارِكُ مِثْلَهُ دِينَ وَلَا تَصْرَفُ بِأَمْوَالِهِمْ
 یعنی کسی سودی یا نصرانی کے ساتھ تجارت
 لَا تَصْلَحْ لَهُمْ مِثْلَهُ دِينَ وَلَا تَصْرَفُ بِأَمْوَالِهِمْ
 میں شرکت نہ کرو کیونکہ یہ لوگ سودی کاروبار
 کرتے ہیں اور سود حرام ہے۔

.....

اس روایت میں سوال خاص طور سے تجارتی سود ہی کا تھا اس کے جواب میں
 سود کا حرام ہونا بیان فرمایا ہے۔

ربایہ تفسیر کہ بینکوں کے سودی کاروبار سے غریب عوام کا لفع ہے کہ انہیں
 کچھ تو مل جاتا ہے۔ یہی وہ غریب ہے جس کی وجہ سے انگریزی سرپرستی میں اس منحوس
 کاروبار نے ایک خوبصورت شکل اختیار کر لی ہے کہ سود کے چند بینکوں کے لالچ میں
 غریب یا کم سرمایہ والوں نے اپنی اپنی پونجی سب بینکوں کے حوالہ کر دی۔ اس طرح
 پوری ملت کا سرمایہ سمٹ کر بینکوں میں آ گیا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ بینک کسی غریب کو تو پیسہ دینے سے رہے۔ غریب کا تو
 وہاں گزر بھی مشکل ہے، وہ تو بڑے سرمایہ اور بڑی ساکھ والوں کو قرض دے
 کر ان سے سود لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ پوری ملت کا سرمایہ چند بڑے پیٹ والوں کا ہوا
 بن گیا جو آدمی دس ہزار کا مالک ہے وہ دس لاکھ کا کاروبار کرنے لگا۔ اس سے جو

عظیم الشان نفع حاصل کیا، اس میں سے چند ٹکے بینکوں کو دے کر، باقی سب اپنا مال ہو گیا، بینک والوں نے ان ٹکوں میں سے کچھ حقہ ساری ملت کے پیسہ والوں کو بانٹ دیا۔

یہ جادو کا کھیل ہے کہ سرمایہ دار خوش کر اپنا سرمایہ صرف دس ہزار تھا، نفع سمایا دس لاکھ کا اور فریب خوردہ غریب اس پر ٹن کر چلو کچھ تو ملا، گھر میں پڑا رہتا تو یہ بھی نہ ملتا۔

لیکن اگر سود کے اس ملعون چکر پر کوئی سمجھ دار آدمی نظر ڈالے تو معلوم ہو گا کہ ہمارے یہ بینک بلڈ بینک بنے ہوئے ہیں۔ جن میں ساری ملت کا خون جمع ہوتا ہے اور وہ چند سرمایہ داروں کی رگوں میں بھرا جاتا ہے، پوری ملت غربت و افلاس کا شکار ہو جاتی ہے اور چند مخصوص سرمایہ دار پوری ملت کے خزان پر قابض ہوتے جاتے ہیں۔ جب ایک تاجر دس ہزار کا مالک ہوتے ہوئے دس لاکھ کا بیوپار کرتا ہے تو غور کیجئے کہ اگر اس کو نفع پہنچا تو بجز سود کے چند ٹکوں کے وہ سارا نفع اس کو ملا۔ اور اگر یہ ڈوب گیا، اور تجارت میں گھٹا ہو گیا تو اس کے تو صرف دس ہزار گئے باقی نوے ہزار تو پوری قوم کے گئے، جس کی کوئی تلافی نہیں۔

اور مزید چالاکی یہ دیکھیے کہ ان ڈوبنے والے سرمایہ داروں نے تو اپنے لئے ڈوبنے کے بعد بھی اس خسارہ سے نکل جانے کے چور دروازے بنا رکھے ہیں، کیونکہ تجارت کا خسارہ اگر کسی حادثہ کے سبب ہوا مثلاً مال میں یا جہاز میں آگ لگ گئی، تو یہ تو اپنا نقصان الشورنس سے وصول کر لیتے ہیں مگر کوئی دیکھے کہ الشورنس میں ال کہیں سے آیا، وہ بیشتر انھیں غریب عوام کا ہوتا ہے، جن کا کوئی جہاز ڈوبتا ہے

نہ دوکان میں آگ لگتی ہے، نہ موٹر کا ایکسیڈنٹ ہوتا ہے، کیونکہ یہ چیزیں ان غریبوں کے پاس ہیں ہی نہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حوادث کا فائدہ تو یہ غریب اٹھاتے نہیں، ان کے ہاتھ تو یہاں بھی دو فیصدی پیسے سود ہی کے پڑتے ہیں۔ حادثہ کا عظیم الشان فائدہ بھی سارا انہیں قوم کے ٹھیکہ داروں کی جیب کی زینت بنتا ہے۔ اور دوسری صورت تجارتی خسارہ کی بازار کے بھاؤ گرنے سے ہو سکتی ہے۔ اس کا علاج ان لوگوں نے سٹ کے ذریعہ تلاش کر لیا ہے۔ جب بازار گرنا دیکھیں تو اپنی بلا دوسرے پر پھینک دیں۔

اس کے علاوہ عوام کو ایک نقصان یہ پہنچا کہ چھوٹے سرمایہ والا کسی تجارت میں زندہ نہیں رہ سکتا، کیونکہ بڑے تاجر کمپنیشن کے ذریعہ اس کا ایک دن میں دوا ل نکال دیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تجارت کا کاروبار جو پوری قوم کے لئے نافع و مفید اور ذریعہ ترقی تھا، وہ چند مخصوص لوگوں میں محدود ہو کر رہ گیا۔

اور اس سودی معاملہ کا ایک بڑا ضرر عوام کو یہ ہے کہ جب تجارت کے ٹول پر مخصوص سرمایہ دار قابض ہو گئے تو اشیاء کے نرخ بھی ان کے رحم و کرم پر رہ جاتے ہیں جس کا نتیجہ وہ ہے جو ہر جگہ سامنے آ رہا ہے کہ سامان معیشت روز بروز گراں سے گراں ہوتا جاتا ہے۔ ہر جگہ کی حکومتیں ارزانی کی ٹکریں لگی رہتی ہیں۔ مگر قابو نہیں پاسکتیں۔

اب سوچئے کہ ان فریب خوردہ عوام کو جو چند گنے سود کے نام سے ملے تھے اور نتیجہ میں سلاں معیشت روگنی لگنی قیمتوں تک پہنچا تو ان غریبوں کی جیب سے وہ سود کے ٹکے کچھ اور سود لے کر نکل گئے اور پھر لوٹ پھر کر انہیں سرمایہ داروں کی جیب میں پہنچ گئے۔

قرآن کریم نے دو لفظوں میں اس فریب کو کھول دیا ہے۔ **وَأَجَلَ اللَّهُ أَبْیَعًا**

وَيُحَرِّمُ الزُّبُحَا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بیوپار کو حلال قرار دیا ہے اور ربوہ کو حرام۔ اس میں ربوہ کی حرمت کے بیان سے پہلے بیوپار کی حلت کا ذکر فرما کر اس طرت اشارہ کر دیا کہ اپنا مال اور محنت، تجارت میں لگا کر نفع حاصل کرنا کوئی جرم نہیں۔ جرم یہ ہے کہ دوسرے شرکیوں پر ظلم کیا جائے۔ ان کا حق ان کو نہ دیا جائے۔ جب روپیہ دوسرے کا ہے اور محنت آپ کی ہے، اور تجارت کے یہی دو بازو ہیں جن کے ذریعہ وہ چلتی اور بڑھتی ہے تو اس کے کوئی معنی نہیں کہ مال والے کو گنتی کے چند ٹکے دے کر ٹرٹھا دیا جائے اور تجارت کے سارے نفع پر آپ قبضہ کر لیں۔ غور سے دیکھیے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ بیوپار اور ربوہ میں فرق صرف منافع کا ہے اس کی منصفانہ تقسیم بیوپار کہلاتی ہے اور ظالمانہ تقسیم کا نام ربوہ ہے۔ کل تجارت کے نفع کو مال اور محنت کے دو حصوں میں انصاف کے ساتھ اس طرح بانٹ دو کہ آدھا باہتائی، چوتھائی مال والے کا ہے اور باقی محنت کرنے والے کا، یا اس کے برعکس یہ تجارت ہے، بیوپار ہے اور اسلام میں یہ صورت نہ صرف جائز ہے بلکہ کسب معاش کی صورتوں میں سب سے زیادہ مستحسن اور پسندیدہ ہے۔ ہاں اگر آپ اس تجارت کے دوسرے شریک یعنی مال والے پر ظلم کرنے لگیں کہ اس کی کچھ رقم معین کر دیں اور باقی سب کچھ آپ کا تو یہ کھلی نا انصافی ہے یہ تجارت یا بیوپار نہیں، بلکہ ادھار کا معاوضہ ہے۔ اسی کا نام قرآن میں ربوہ ہے۔

اگر کہا جائے کہ مذکورہ صورت میں جب کہ مال والے کو کوئی رقم معین کر کے دے دی جاتی ہے اس میں اس کا ایک فائدہ بھی تو ہے کہ تجارت کے نفع نقصان سے اس کا کوئی تعلق نہیں رہتا، تاجر کو خواہ تجارت میں سراسر خسارہ ہو ہی جائے اس کو اس کی رقم کا معینہ نفع مل جاتا ہے اور اگر حصہ کی شرکت رہے تو نقصان کا بھی

خطرہ ہے۔ جواب صاف ہے کہ اس صورت میں دوسری جانب یعنی محنت کرنے والے پر ظلم ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنی تجارت میں خسارہ ہو گیا، گھر کا راس المال بھی گیا اور دوسرے حصہ دار کو نہ صرف اصل راس المال بلکہ اس کا نفع دینا بھی اس اس مصیبت زدگی گردن پر رہا۔

ستران تو دونوں ہی کے حق میں انصاف کرنا چاہتا ہے۔ نفع ہو تو دونوں کا ہو، نہ ہو تو کسی کا نہ ہو۔ البتہ جب نفع ہو تو اس کی تقسیم انصاف کے ساتھ حسب حصہ کی جائے اس کے علاوہ دیرالہ کامرودہ قانون ایسا ہے کہ اس کے ذریعہ بالآخر سوداگر کا سارا خسارہ بھی عام ملت ہی کو بھگتنا پڑتا ہے۔ سود کے سارے کاروبار اور اس کی حقیقت پر ذرا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ سودی کاروبار کا لازمی نتیجہ عام ملت کی غربت و افلاس اور چند سرمایہ داروں کے سرمایہ میں ناقابل قیاس اضافہ ہے اور یہی معاشی بے اعتدالی پورے ملک کی تباہی کا سبب بنتی ہے اسی لئے اسلام نے اس پر قدغن لگایا ہے۔

پہلے حصہ کا جزا اول یعنی ربوای تعسیر

اور پوری حقیقت قرآن و حدیث کی روشنی میں آپ

کے سامنے آجی۔ اب اس کے متعلق قرآن و سنت

کے احکام و تنبیہات بیان کرنا ہیں پہلے قرآن مجید کی آیت

آیتیں جو اس مسئلہ کے متعلق آئی ہیں۔ مع تفسیر و تشریح

لکھی جاتی ہیں۔ واللہ الموفق والمعين۔

آیات قرآن متعلقہ احکام ربّی

پہلی آیت سورہ بقرہ

اَلَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا
 لَا يَقْوَمُونَ اَلْاَكْمَامَ يَقُومُ الَّذِي
 يَخْبِطُ الشَّيْطٰنَ مِنَ الْمَسْكُوٰ
 ذٰلِكَ بِمَا نَحْنُمْ قَالًا اِنَّمَا
 اَلْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَاَهْلُ
 اللّٰهِ اَلْبَيْعُ وَحَرَمَ الرِّبَا
 فَتَمَنَّ حَبَاةٌ مَّوْعِظَةٌ
 رَبِّهِ فَاَسْتَعٰى قَلْبَهُ مَا سَلَفَتْ
 وَاَمْرًا اِلَى اللّٰهِ وَمَنْ عَادَ
 فَاُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ
 هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ
 (سورہ بقرہ)

اور وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، کھڑے
 ہونگے قیامت میں تپسروں سے جس طرح
 کھڑا ہوتا ہے ایسا آدمی جس کو شیطان
 خبیلی بناوے پٹ کر (یعنی حیران و مدہوش)
 یہ سزا اس لئے ہوئی کہ ان لوگوں نے کہا تھا
 کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے۔ حالانکہ اللہ
 تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو
 حرام کر دیا ہے۔ پھر جس شخص کو اس کے پروگرام
 کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آیا تو جو کچھ
 پہلے لینا ہو چکے وہ اسی کارہ۔ اور باقی معاملہ
 اس کا خدا کے حوالے رہا۔ اور جو شخص پھر عود کرے
 تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے اور وہ ہمیشہ
 اس میں رہیں گے۔

اس آیت کے پہلے جملہ میں سود خواروں کا انجام ہر اور قیامت کے دن ان کا اس
 طرح کھڑا ہونا جیسے آسیب زدہ خبیلی کھڑا ہوتا ہے بیان فرمایا گیا ہے جس میں اس کا

اعلان ہے کہ یہ لوگ قیامت کے دن اپنی مجنونانہ حرکتوں سے پہچانے جائیں گے کہ یہ سود خوار ہیں اور اس طرح پورے عالمی مجمع میں اس کی دُسوئی ہوگی اور قرآن کریم نے ان کے لئے مجنوں کا لفظ استعمال کرنے کے بجائے آسیب زدہ خبیثی کا لفظ استعمال فرما کر شاید اس طرف اشارہ کر دیا کہ مجنوں تو بعض اوقات ایسا بے حس ہو جاتا ہے کہ اس کو تکلیف و راحت کا احساس ہی نہیں رہتا۔ یہ لوگ ایسے مجنوں نہیں ہوں گے بلکہ عذاب و تکلیف کا احساس باقی رہے گا، نیز یہ کہ مجنوں تو بعض اوقات چپ چاپ ایک جگہ پڑ جاتا ہے۔ یہ لوگ ایسے نہیں ہوں گے بلکہ ان کی لغو حرکات سب کے سامنے ان کو رسوا کریں گی۔ یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ ہر عمل کی جزا یا سزا اس کے مناسب ہو کر ملتی ہے۔ عقل و حکمت کا تقاضا بھی یہی ہے اور حق تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا دستہ بھی سہام سزاؤں میں یہی ہے۔ یہاں سود خوار کی ایک سزا جو ان کو خبیثی مجنوں کی صورت میں کھڑا کر کے دی گئی۔ اس میں کیا مناسبت ہے۔

علامہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ سود کی ایک خاصیت ہے کہ عادتاً سود خوار مال کی محبت میں ایسا بد منت اور بد ہوش ہو جاتا ہے کہ اس کو مال کے جمع کرنے اور بڑھاتے رہنے میں اپنے تن بدن اور راحت و آرام کی بھی فکر نہیں رہتی۔ اہل دعیال دوست احباب کا تو ذکر کیا۔ عوام کی مصیبت اور افلاس اس کے لئے فراخی عیش کا ذریعہ بنتا ہے۔ جس چیز سے پوری قوم روٹی ہے یہ اس سے خوش ہوتا ہے۔ یہ ایک قسم کی بے ہوشی ہے جس کو اس نے دنیا میں اپنے لئے اختیار کر رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حشر میں اس کو اس کی اصلی صورت میں ظاہر کر کے کھڑا کر دیا۔

قرآن کریم کے الفاظ میں سود کھانے کا ذکر ہے اور اس سے مراد مطلقاً سود سے

نفع اٹھانا ہے خواہ کھانے کی صورت میں ہو یا پینے اور استعمال کی صورت میں کیوں کہ عروت و محاورہ میں اس کو کھانا ہی بولا جاتا ہے۔ ایک اور بھی وجہ اس لفظ کو اختیار کرنے کی ہے کہ کھانے کے علاوہ جتنے اور استعمال ہیں ان میں یہ احتمال رہتا ہے کہ استعمال کرنے والا متنبہ ہو کر اپنی غلطی سے باز آجائے اور جس چیز کو پہن کر یا برت کر ناجائز طور پر استعمال کر رہا تھا، اس کو صاحب حق کی طرف واپس کر دے لیکن کھانے پینے کا تصرف ایسا ہے کہ اس کے بعد اپنی غلطی پر متنبہ ہو کر بھی واپسی اور حرام سے سبکدوشی کا کوئی احتمال نہیں رہتا۔

آیت مذکورہ کے دوسرے جملہ میں سود خواروں کی مذکورہ سزا کا سبب یہ بتلایا گیا ہے کہ ان نامعاقبت اندیش لوگوں نے ایک تو یہ جرم کیا کہ سود جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا تھا اس میں مبتلا ہو گئے۔ پھر اس جرم کو دہرا جرم اس طرح بنالیا کہ اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کے بجائے اپنے فعل بد کو جائز اور سود کو حلال قرار دینے کے لئے لغو قسم کے چیلے تراشے۔ مثلاً یہ کہ بیوپار اور سود میں کیا فرق ہے جیسے تجارت اور بیوپار میں ایک چیز دوسری چیز کے معاوضہ میں نفع لے کر دی جاتی ہے اسی طرح دہان میں اپنا روپیہ قرض دے کر اس کا نفع لیا جاتا ہے اگر کچھ بھی عقل والہ صاف سے کام لیتے تو ان دونوں معاملوں میں زمین آسمان کا بون بید نظر آ جاتا، کیونکہ تجارت (بیع و شرا) میں دونوں طرف مال ہوتا ہے۔ ایک مال کے بدلے میں دوسرا مال لیا جاتا ہے اور قرض ادا ہر پر جو زیادتی بطور سود و ربا کے لی جاتی ہے۔ اس کے مقابلہ میں مال نہیں بلکہ ایک میعاد ہے کہ اتنی میعاد تک اپنے پاس رکھو گے تو اتنا روپیہ زائد دنیا پرٹے گا اور میعاد کوئی مال نہیں جس کا معاوضہ اس زیادتی کو قرار دیا جائے بہر حال

ان لوگوں نے اپنے ایک جرم کو اس طرح کے بہانے نکال کر دوسرے بنالئے۔ ایک قانون حق کی خلاف ورزی دوسرے اس قانون ہی کو غلط بتلانا۔ اس جگہ تقاضائے مقام یہ تھا کہ یہ لوگ یوں کہتے اِشْتَمَا الْوَبُوْا مِثْلَ الْبَيْعِ یعنی سود مثل بیع و شرا کے ہے مگر ان لوگوں نے ترتیب کو برعکس کر کے اِشْتَمَا الْبَيْعِ مِثْلَ الْوَبُوْا کہا جس میں ایک قسم کا استہزار ہے کہ اگر سود کو حرام کہا جائے تو بیع کو بھی حرام بنا پڑے گا۔

الوحیان توحیدی کی تفسیر بحر محیط میں ہے کہ ایسا کہنے والے خود تعقیف تھے جو مخالف کے مشہور سرمایہ دار تاجر تھے اور ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

بیع اور ربوایں بنیادی فرق آیت مذکورہ کے تیسرے جملہ میں اہل جاہلیت کے اس قول کی تردید کی گئی ہے کہ بیع اور ربوایں یکساں چیزیں ہیں اُن کا مطلب یہ تھا کہ ربوایں بھی ایک قسم کی تجارت ہے۔ مگر آج کی جاہلیت آخری والے بھی غویا یہی کہتے ہیں کہ جیسے مکان، دوکان اور سالن یہ پر دے کر اس کا نفع لیا جاسکتا ہے تو سونے چاندی کو کرایہ پر دے کر اس کا نفع لیا جائے نہ ہو یہ بھی ایک قسم کا کرایہ یا تجارت ہے اور یہ ایسا ہی پاکیزہ و نیک تجارت ہے۔ مگر یہ کہ کر جائز قرار دے کہ یہ بھی ایک قسم کی مزدوری ہے۔ آدمی اپنے ہاتھ و غیرہ کی محنت کر کے مزدوری لیتا ہے اور وہ جائز ہے تو ایک عورت اپنے جسم و موی لے لے تو یہ کیوں جرم ہے اس بیہودہ قیاس کا جواب علم و حکمت سے دینا علم کی توہین ہے اس لئے قرآن کریم نے اس کا جواب حاکمانہ انداز میں بیان فرمایا کہ مزدوری چیزوں کو ایک سمجھنا غلط ہے اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور ربوایں کو حرام قرار دیا ہے۔

فرق کی وجہ قرآن نے بیان نہیں فرمائی اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ
 بیع و تجارت کے اصل مقصد میں غور کرو تو روز روشن کی طرح بیع و ربوا کا فرق واضح
 ہو جائے گا۔ دیکھیے انسان کی ضروریات کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ دنیا کا کوئی انسان
 کتنا ہی بڑا ہو اپنی تمام ضروریات خود پیدا یا جمع نہیں کر سکتا۔ اس لئے قدرت نے
 تبادلاً کا قانون جاری فرمایا اور اس کو انسانی فطرت کا جز بنا دیا۔ مال اور محنت کے
 باہمی تبادلہ پر ساری دنیا کا نظام قائم فرما دیا۔ مگر اس تبادلہ میں ظلم و جور اور بے
 انصافی بھی ہو سکتی تھی اور ایسے تبادلے بھی ہو سکتے تھے جو انسانی اخلاق و شرافت
 اور پورے انسانی معاشرہ کے لئے تباہی کا باعث ہو سکتے ہیں جیسے عورت کا اپنے
 جسم کی مزدوری کے نام پر زنا کا مرتکب ہونا۔ اس لئے حق تعالیٰ نے اس کے
 لئے شرعی احکام نازل فرما کر ہر ایسے معاملے کو ممنوع قرار دے دیا جو کسی ایک فریق کے
 لئے مفرب ہو یا جس کا ضرر پورے انسانی معاشرہ پر پہنچا ہو۔ کتب فقہ میں بیع فاسد
 اور اجارہ فاسدہ شرکت فاسدہ کے ابواب میں سیکڑوں جزئیات جن کو ممنوع قرار
 دیا گیا ہے وہ اسی اصول پر مبنی ہیں کہ کسی صورت میں بائع و مشتری میں سے کسی
 ایک شخص کا ناجائز نفع اور دوسرے کا نقصان ہے اور کسی میں پوری قلت اور عوام کی
 مفرت ہے شخصی نفع نقصان کو تو کچھ نہ کچھ ہر انسان دیکھا اور سوچا بھی ہے مگر
 ضرر عامہ کی طرف کسی کی نظر نہیں جاتی۔ رب العالمین کا قانون سب سے پہلے عام
 عالم انسانیت کے نفع نقصان کو دیکھتا ہے اس کے بعد شخصی نفع و ضرر کو۔ اس
 اصول کو سمجھ لینے کے بعد بیع و ربوا کے فرق پر نظر ڈالیے تو معلوم ہو گا کہ صودہ کے
 اعتبار سے تو بات وہی ہے جو جاہلیت والوں نے کہی کر ربوا بھی ایک قسم کی تجارت

ہے۔ مگر عواقب و نتائج پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ بیع و تجارت میں بائع و مشتری دونوں کا نفع اعتدال کے ساتھ پایا جاتا ہے اس کا مدار باہمی تعاون و تناصر پر ہے جو انسانی اخلاق و کردار کو بلند کرتا ہے بخلات و بڑا کے اس کا مدار ہی غرض پرستی اور اپنے مفاد پر دوسرے کے مفاد کو قربان کرنے پر ہے۔ آپ نے کبھی ایک لاکھ روپیہ قرض لے کر تجارت کی اگر اس میں عورت کے مطابق نفع ہوا تو سال بھر میں آپ کو تقریباً پچاس ہزار نفع کے لئے آپ اس عظیم نفع میں سے مال والے کو دو تین فی صد شرح سود کے حساب سے چند سیکرے دے کر ٹال دیں گے باقی اتنا عظیم نفع خالص آپ کا ہو گا۔ اس صورت میں مال والا خسارہ میں رہا۔ اور اگر تجارت میں خسارہ آیا اور فرض کیجئے کہ اس مال میں بھی جاتا رہا تو آپ پر ایک لاکھ قرض کی ادائیگی اسی کچھ کم مصیبت نہیں ہے اب مال والا آپ کی مصیبت کو دیکھے بغیر آپ سے ایک لاکھ سے زائد سود بھی وصول کریگا۔ اس میں آپ خسارہ میں رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جانب سے صرف اپنے شخصی نفع کے سامنے دوسرے کے نقصان کی کوئی پرواہ نہ کرنے کا نام رہا اور سودی کاروبار ہے جو اصول تعاون اور تجارت کے خلاف ہے۔ حاصل یہ ہے کہ نفع کی منصفانہ تقسیم کا نام بیع و تجارت باہمی ہمدردی، تعاون، تناصر پر مبنی ہے اور رہا خود غرضی، بے رحمی، بوس پرستی پر پھر دونوں کو برابر کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ رہا کے ذریعہ ضرورت مند کی ضرورت پوری ہوتی ہے اس لئے یہ بھی ایک قسم کی امداد ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ ایک ایسی امداد ہے جس میں اس ضرورت مند کی تباہی مضر ہے۔ اسلام ترکیبی کی ضرورت مفت کرنے کے بعد احسان جملانے کو بھی ابطال صدقہ قرار دیتا ہے۔ لَا يَبْلُغُوا مَعَدًا فَاتَّكُمُ بِالْهَنِّ وَالْأَذَى۔ وہ اس کو کیسے برداشت کرے کہ کسی کی،

مصیبت سے فائدہ اٹھا کر اس کی وقتی امداد کے معاوضہ میں اس کو دائمی مصیبت میں گرفتار کر دیا جائے۔

(۲) اس کے علاوہ تجارت میں ایک شخص اپنا مال خرچ کر کے محنت اور ذہانت سے کام لے کر دوسروں کے لئے ضرورت کی اشیاء ہٹا کرتا ہے۔ خریدار اس کے بدلے میں اصل مال کی قیمت پر کچھ نفع دے کر اپنی ضرورت کی چیزوں کا مالک بن جاتا ہے۔ اور اس لین دین کے بعد کوئی مطالبہ کسی کا نہیں رہتا۔

بخلاف ربوہ کے کہ اول تو اس کی زیادتی کسی مال کے معاوضہ میں نہیں بلکہ قرض دے کر مہلت دینے کا معاوضہ ہے جو اسلامی اصول پر انتہائی گڑاؤ ہے۔ کیوں کہ یہ مہلت بلا معاوضہ ہونی چاہیے۔ اس کے علاوہ ربائی زیادتی ایک مرتبہ اور کرنے کے بعد بھی مدیون فارغ نہیں ہو جاتا بلکہ ہر سال یا ہر ماہ نئی زیادتی اُس کو دینا پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اوقات یہ سلسلہ زیادتی کا اصل قرض سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

(۳) بیع و تجارت دولت کی آزادانہ گردش کا ذریعہ ہے جس سے پوری ملت کو فائدہ پہنچتا ہے۔ بخلاف ربوہ کے وہ گردش کو صرف چند سرمایہ داروں کے حلقہ میں محدود کر دیتا ہے جس سے پوری ملت فقر و افلاس کا شکار ہوتی ہے۔ تفسیر قرطبی میں اشتماء البیع مثل الربوہ کی تشریح میں فرمایا ہے۔

وَذَلِكَ أَنَّ الْعَرَبَ كَانَتْ لَا تَعْرِفُ دَبَّ الْأَذْلَکِ (الی قولہ)
فَحَرَّمَ سَبْحَانَهُ ذَلِكَ وَدَدَ عَلَيْهِمْ بِقَوْلِهِ وَاحِلَ اللَّهُ السَّبْعَ وَ
حَرَّمَ الرِّبَا ۖ

یعنی عرب کے لوگ صرف اسی کو ربا سمجھتے تھے کہ قرض کی مہلت کے معاوضہ میں

کوئی رقم لی جائے اور اس کو بخل بیع کے کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور اُن کے خیال کی تردید اس طرح سر مائی کہ اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور حرام قرار دیا ہے۔

اسی تفسیر میں اس کے بعد فرمایا :-

وهذا الربیہا هو الذی
نسخہ النبی صلی اللہ علیہ
وسلم بقولہ یوم عرفۃ الا
ان کل ربیہا موضوع ہے۔
یعنی یہی وہ ربیہا ہے جس کو آنحضرت
صلی اللہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ
میں یہ فرما کر منسوخ کیا کہ ہر بایں مسترک
ہے۔

آیت مذکورہ کا چوتھا جملہ فَهِنْ جَاءَهُمْ مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ فَاَنْتَحَىٰ فَلَسَتْ
مَا سَلَعَتْ وَآمَرَهُ اِلٰی اللّٰهِ اس میں ایک اشکال کا جواب ہے جو حرمت ربوا نازل ہونے
کے بعد لازمی طور پر مسلمانوں کو پیش آتا، وہ یہ کہ سود ربوا حرام قرار دے دیا گیا، تو جس وقت
نئے حرمت ربوا نازل ہونے سے پہلے یہ کاروبار کر کے کھایا پایا مکان جائیداد بنائی یا نقد
روپیہ جمع کیا، وہ سب کا سب بھی اب حرام ہو گیا تو پچھلے زمانہ میں سود سے حاصل کیا ہوا
مال یا جائیداد کسی کے قبضہ میں ہے۔ اب اس کو بھی واپس کرنا چاہیے۔ قرآن کریم کے اس
فیصلے نے بتا دیا، کہ آیات حرمت نازل ہونے سے پہلے جو اموال سود ربوا کے ذریعہ
ماہل کر لئے گئے ہیں اُن پر اس حرمت کا اطلاق نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ سب جائز طور پر
اپنے اپنے مالکوں کی ملکیت میں رہیں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ کے لئے وہ دل سے
توبہ کر چکا ہو۔ اور چونکہ دلوں کا بھید اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اسی لئے یہ
مسائل اسی کے سپرد رہے گا، کہ توبہ اخلاص اور سچی نیت کے ساتھ کر لی ہے یا نہیں کسی

انسان کو ایک دوسرے پر یہ الزام لگانے کا حق نہیں ہوگا کہ فلاں آدمی نے دل سے توبہ نہیں کی، محض ظاہری طور پر سود چھوڑ دیا ہے۔

آیت کے پانچویں جملہ میں ارشاد ہے وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ یعنی جو لوگ اس حکم قرآن کے نازل ہونے کے بعد بھی پھر سود کا لین دین کریں اور اپنی طبع زاد لغو تادیلوں کے ذریعہ سود کو حلال کہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے کیونکہ حرام قطعی کو حلال قرار دینا کفر ہے۔ اور کفر کی سزا دہائی جہنم ہے۔

دوسری آیت (سورہ بقرہ ۲۷۵)

مِمَّا مَنَعَ اللَّهُ الْمَرْبُوعَ	مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ سود کو اور
يُرْبِي الْمَسْذُوقَاتِ وَاللَّهُ لَا	بڑھاتا ہے صدقات کو اور اللہ تعالیٰ
يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ	پسند نہیں کرتا کسی کفر کرنے، گناہ کے
أَمِثِيمٍ	۴۸ کرنے والے کو۔

اس آیت کا مفسر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹا دیتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔ یہاں سود کے ساتھ صدقات کا ذکر ایک خاص مناسبت سے لایا گیا ہے کہ سود اور صدقہ دونوں کی حقیقت میں بھی تضاد ہے اور ان کے نتائج بھی متضاد ہیں اور عموماً ان دونوں کاموں کے کرنے والوں کی غرض دینیت اور حالات و کیفیات بھی متضاد ہوتے ہیں۔

حقیقت کا تضاد تو یہ ہے کہ صدقہ میں تو بغیر کسی معاوضہ کے اپنا مال دوسروں کو دیا جاتا ہے اور سود میں بغیر کسی مالی معاوضہ کے دوسرے کو مال یا اجاتا ہے اور

دونوں کاموں کے کرنے والوں کی نیت اور غرض اس لئے متضاد ہے کہ صدقہ کرنے والا محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور ثواب آخرت کے لئے اپنے مال کو کم یا ختم کر دینے کا فیصلہ کرتا ہے، اور سورت لینے والا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بے پروا ہو کر اپنے موجودہ مال پر ناجائز زیادتی کا خواہش مند ہے اور نتائج کا متضاد ہونا قرآن کریم کی اس آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ حاصل شدہ مال کو یا اس کی برکت کو مٹا دیتے ہیں۔ اور صدقہ کرنے والے کے مال کو یا اس کی برکت کو بڑھا دیتے ہیں، جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مال کی ہوس کرنے والے کا اصل مقصد پورا نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا جو اپنے مال کی کمی پر راضی تھا اس کے مال میں برکت ہو کر اس کا مال یا اس کے کمزرات و فوائد بڑھ جاتے ہیں اور کیفیات کا تضاد یہ ہے کہ صدقہ کرنے والے کو دین کے دوسرے کاموں کی بھی توفیق ہوتی ہے اور سورت خوار ان سے عموماً محروم رہتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور
سورت کے مٹانے اور صدقات کے بڑھانے کا مطلب ہے کہ آیت میں سورت کے

مٹانے اور صدقات کو بڑھانے کا کیا مطلب ہے۔ ظاہری طور پر تو یہ بات مشاہدے کے خلاف ہے ایک سورت خوار کے سورت پیسے میں جب سورت کے پانچ روپے شامل ہوئے تو وہ ایک سو پانچ ہو گئے اور صدقہ دینے والے نے جو سورت پیسے سے پانچ کا صدقہ کر دیا تو اس کے پچانوے رہ گئے۔ کوئی حساب دال اکاؤنٹنٹ پہلے کو کم اور دوسرے کو زیادہ کہے تو لوگ اسے دیوانہ کہیں گے لیکن قرآن کی یہ آیت سورت خوار کے ایک سو پانچ کو صدقہ دینے والے کے پچانوے سے کم قرار دیتی ہے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد ہے :-

مَا لَقِصْتُ مَدَقَةً مِنْ مَالٍ كَوْنِي مَدَقَةً كَسَى الْمَالِ مِنْ سَعْيٍ كَمُحْتَمِلَاتَا
(رواہ مسلم)

نہیں۔

اس میں بھی یہی سوال ہے کہ یہ بات بظاہر مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ جو رقم صدقہ میں دی جاتی ہے وہ از روئے حساب اصل میں سے کم ہو جاتی ہے اس کا ایک سیدھا سادہ جواب تو یہ ہے کہ صدقہ کا بڑھانا اور سود کا کٹھانا جس کا آیت مذکورہ میں ذکر ہے۔ اس کا تعلق دنیا سے نہیں بلکہ آخرت کا حکم ہے کہ آخرت میں جہاں حقائق کھل کر سامنے آویں گی اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ سود کے ذریعہ بڑھائے ہوئے مال کی کوئی قیمت وحیثیت نہیں بچتی بلکہ وہ اپنے کمانے والے کے لئے وبال و عذاب بنا ہے اور صدقہ میں دیا ہوا مال اگرچہ ستور ادا کیا گیا تھا وہ بڑھ چڑھ کر اس کے حساب میں بہت زیادہ ہو گیا۔ عامۃ مفسرین نے آیت مذکورہ کی یہی توجیہ فرمائی ہے۔ لیکن ان میں سے اہل تحقیق حضرات کا ارشاد یہ ہے کہ یہ حکم دنیا و آخرت دونوں میں ہے۔ اور دنیا میں سود کا کٹھنا اور صدقہ کا بڑھنا گو حساب و شمار کے اعتبار سے مشاہدہ میں نہ آئے لیکن مال و دولت کے اصل مقصود کے اعتبار سے بالکل واضح اور مشاہدہ و تجربہ سے ثابت تفسیر اس کی یہ ہے کہ سزا چاندی خود تو انسان کی کسی بھی ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے نہ ان سے انسان کی بھوک پیاس بجھتی ہے نہ فہ اوڑھنے بچھانے اور پہنے پر تنے کا کام دیتے ہیں نہ دھوپ اور بارش وغیرہ سے سر چھپانے کا کام ان سے لیا جاسکتا۔ اس مال و دولت کا کام تو صرف یہ ہے کہ ان کے ذریعہ سے انسان اپنی ضروریات بازار سے خرید کر آرام حاصل کر سکتا ہے۔

اس میں یہ بات ناقابل تردید مشاہدوں اور تجربوں سے ثابت ہے کہ صدقات و زکوٰۃ میں خرچ کرنے والے کے مال میں اللہ تعالیٰ ایسی برکت عطا فرمادیتے ہیں کہ اس کے نوے روپیہ میں اتنے کام نکل جاتے ہیں جو دوسروں کے سو میں بھی نہ نکل سکیں ایسے آدمی کے مال پر عادیۃ اللہ کے مطابق آفتیں نہیں آتیں یا بہت کم آتی ہیں اس کا پیہ بیماریوں کے اخراجات مقدمہ بازی، تھقیڑ، سینہ، ٹیلی ویشن وغیرہ کی فضولیات میں نہیں ضائع ہوتا۔ فیشن پرستی کے اصرار سے محفوظ ہوتا ہے اور معنوی طور پر بھی اس کی ضروریات دوسروں کی بہ نسبت کم قیمت سے مہیا ہو جاتی ہیں۔

اس لئے اس کے نوے روپیہ نتیجہ اور مقصد کے اعتبار سے حرام آمدنی کے سورہ پیہ سے زائد ہو گئے۔ صورت حساب کے اعتبار سے تو جب کسی نے سورہ پیہ میں سے دس کا صدقہ کر دیا تو اس کا عدد گھٹ کر نوے رہ گیا مگر حقیقت اور مقصد کے اعتبار سے اس کا ایک ذرہ نہیں گھٹا یہی مطلب ہے حدیث مذکور کا جس میں ارشاد ہے کہ صدقہ سے مال گھٹتا نہیں بلکہ اس کے نوے روپے سورہ پے سے بھی زیادہ کام دے جائیں۔ تو یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ اس کا مال بڑھ گیا کہ نوے روپیہ نے اتنے کام پورے کر دیئے جتنے ایک سو دس میں ہوتے ہیں بعام طور پر مفسرین نے منہ مایا کہ یہ سود کا مٹانا اور صدقہ کا بڑھانا آخرت کے متعلق ہے کہ سود خوار کو اس کا مال آخرت میں کچھ کام نہ آئے گا، بلکہ اس پر وبال بن جائے گا۔ اور صدقہ خیرات کرنے والوں کا مال آخرت میں ان کے لئے ابدی نعمتوں اور راحتوں کا ذریعہ ہے گا اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ جس میں شک و شبہ کی بالکل گنجائش نہیں۔ اور بہت سے مفسرین نے منہ مایا کہ سود کا مٹانا اور صدقہ کا بڑھانا

آخرت کے لئے تو ہے ہی، مگر اس کے کچھ آثار دنیا میں بھی مشاہد ہو جاتے ہیں۔ سود جس مال میں شامل ہو جاتا ہے بعض اوقات تو وہ مال خود ہلاک و برباد ہو جاتا ہے اور پچھلے مال کو بھی ساتھ لے جاتا ہے، جیسا کہ ربوا اور سٹکے بازاروں میں اس کا اکثر مشاہدہ ہوتا رہتا ہے کہ بڑے بڑے کرڈرپتی اور مربایہ دار دیکھتے دیکھتے دیوالیہ اور فقیر بن جاتے ہیں۔ بے سود کی تجارتوں میں بھی نفع و نقصان کے احتمالات ضرور ہیں اور بہت سے تاجروں کو نقصان بھی کسی تجارت میں ہو جاتا ہے لیکن ایسا نقصان کہ ایک تاجر جو کل کرڈرپتی تھا اور آج ایک ایک پیسہ کی بھیک کا محتاج ہے۔ یہ صرف سود اور سٹکے بازاروں ہی میں نظر آتا ہے اور اہل تجارت کے پیشکار بیانات اس بات میں مشہور و معروف ہیں کہ سود کا مال فوری طور پر کتنا ہی بڑھ جائے لیکن وہ عموماً پائیدار اور دیر تک باقی نہیں رہتا۔ جس کا فائدہ اولاد اور نسلوں میں چلے۔ اکثر کوئی نہ کوئی آفت پیش آکر اس کو برباد کر دیتی ہے۔ بعض نے فرمایا کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ سود خوار پر چالیس سال گزرنے نہیں پاتے کہ اس کے مال پر محاق دکھانا آ جاتا ہے۔

اور اگر ظاہری طور پر مال برباد بھی نہ ہو اس
سود کے مال کی بے برکتی کے فوائد اور برکات و ثمرات سے محرومی تو یقینی اور لازمی ہے کیونکہ یہ بات کچھ مخفی نہیں کہ سونا چاندی خود نہ تو مقصود ہے نہ کار آمد نہ اس سے کسی کی بھوک مٹ سکتی ہے نہ پیاس نہ اس کو گرمی سردی سے بچنے کے لئے اڈھا بچھایا جاسکتا ہے۔ نہ کپڑوں اور برتنوں کا کام دے سکتا ہے۔ پھر اس کو حاصل کرنے اور محفوظ رکھنے میں ہزاروں مشقتیں اٹھانے کا منشاء

ایک عقلمند انسان کے نزدیک اس کے سوا نہیں ہو سکتا، کہ سونا چاندی ذریعہ ہیں ایسی چیزوں کے حاصل ہونے کا جن سے انسان کی زندگی خوشگوار بن سکے اور وہ راحت و عزت کی زندگی گزار سکے اور انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ یہ راحت و عزت جس طرح اسے حاصل ہوئی اسی طرح اس کی اولاد اور متعلقین کو بھی حاصل ہو۔ یہی وہ چیزیں ہیں جہاں دولت کے فوائد و ثمرات کھلا سکتی ہیں۔ اس کے نتیجے میں یہ کہنا بالکل صحیح ہوگا، کہ جس شخص کو یہ فوائد و ثمرات حاصل ہوئے اس کا مال حقیقت کے اعتبار سے بڑھ گیا۔ اگرچہ دیکھنے میں کم نظر آئے اور جس کو یہ فوائد و ثمرات کم حاصل ہوئے۔ اس کا مال حقیقت کے اعتبار سے گھٹ گیا۔ اگرچہ دیکھنے میں زیادہ نظر آئے۔ اس بات کو سمجھ لینے کے بعد سود کے کاروبار اور صدقہ و خیرات کے اعمال کا جائزہ لیجئے تو یہ بات آنکھوں سے نظر آجائے گی کہ سود خوار کا مال اگرچہ بڑھتا ہو، نظر آتا ہے مگر وہ بڑھنا ایسا ہے جیسے کسی انسان کا بدن درم سے بڑھ جائے۔ درم کی زیادتی بھی تو بدن ہی کی زیادتی ہے مگر کوئی سمجھدار انسان اس زیادتی کو پسند نہیں کر سکتا، کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ یہ زیادتی موت کا پیغام ہے۔ اسی طرح سود خوار کا مال کتنا ہی بڑھ جائے مگر مال کے فوائد و ثمرات یعنی راحت و عزت سے ہمیشہ محروم رہتا ہے۔

یہاں شاید کسی کو یہ شبہ
دو خواروں کی ظاہری خوشحالی دھوکہ ہے ہو کہ آج سود خواروں

کی بڑی بڑی راحت حاصل ہے، وہ کوٹھیوں، جنگلوں کے مالک ہیں۔ عیش و آرام کے سارے سامان ہتیا ہیں، کھانے پینے اور رہنے پہنے کی ضروریات، بلکہ نفویات، کسی سب ان کو حاصل ہیں۔ ذکر چاکر اور شان و شوکت کے تمام سامان موجود ہیں۔ لیکن

غور کیا جائے تو ہر شخص سمجھ لے گا کہ سامانِ راحت اور راحت میں بڑا فرق ہے سامانِ راحت تو فیکٹریوں اور کارخانوں میں بنتا اور بازاروں میں بکتا ہے وہ سونے چاندی کے عوض حاصل ہو سکتا ہے لیکن جس کا نام راحت ہے وہ نہ کسی فیکٹری میں بنتی ہے نہ کسی منڈی میں بکتی ہے وہ ایک ایسی رحمت ہے جو براہِ راست حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے جو بعض اوقات بے سرو سامان انسان بلکہ جانور کو بھی دے دی جاتی ہے۔ اور بعض اوقات ہزاروں اسباب و سامان کے باوجود حاصل نہیں ہو سکتی۔

ایک نیند کی راحت کو دیکھ لیجئے کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے آپ یہ تو کر سکتے ہیں کہ سونے کے لئے مکان کو بہتر سے بہتر بنائیں۔ اس میں ہوا، اور روشنی کا پورا اعتدال ہو مکان کا فرنیچر دیدہ زیب اور دل خوش کن ہو، چار پائی اور گدے سے تیجے حسبِ منشاء ہوں لیکن کیا نیند آجانا ان سامانوں کے مہیا ہونے پر لازمی ہے اگر آپ کو کبھی اتفاق نہ ہوا ہو تو ہزاروں وہ انسان اس کا جواب نفی میں دیں گے جن کو کسی عارضہ سے نیند نہیں آتی۔ یہ سارے سامان دھرے رہ جاتے ہیں۔ خواب آور دوائیں بھی بعض اوقات جواب دے دیتی ہیں، نیند کے سامان تو آپ بازار سے خرید لائے، لیکن نیند آپ کسی بازار سے کسی قیمت پر نہیں لاسکتے۔ اسی طرح دوسری راحتیں اور لذتوں کا حال ہے۔ ان کے سامان تو روپیہ پیسہ کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں مگر راحت و لذت کا حاصل ہو جانا ضروری نہیں۔

یہ بات سمجھ لینے کے بعد سود خواروں کے حالات کا جائزہ لیجئے تو ان کے پاس آپ کو سب کچھ ملے گا، مگر راحت کا نام نہ پائیں گے، وہ اپنے گرد کو ڈیڑھ کر در در اور ڈیڑھ کر در در کو دو کر ڈب بنانے میں ایسے مست نظر آتے ہیں کہ ان کو اپنے کھانے پینے کا

ہوش ہے نہ اپنی بیوی بچوں کا، کئی کئی بل چل رہے ہیں، دوسرے ملکوں بے چہناز
 آرہے ہیں، ان کی ادھیر بن ہی میں صبح سے شام اور شام سے صبح ہو جاتی ہے۔ انفس
 ہے کہ ان دیوانوں نے سامانِ راحت ہی کا نام راحت سمجھ لیا ہے اور درحقیقت راحت
 سے کوسوں دور ہو گئے۔ اگر یہ مسکینِ راحت کی حقیقت پر غور کرتے تو یہ اپنے آپ
 کو سب سے زیادہ مفلس محسوس کرتے۔ ہمارے محترم مجذوب صاحب نے خوب
 فرمایا ہے کہ

سچہ سچی محزون جو بصیرت تجھے حال پہنچائے تو نے میلی جے سمجھائے وہ محل ہو جائے

یہ حال تو ان کی راحت کا ہے اب عزت کو دیکھ لیجئے۔ یہ لوگ چونکہ سخت دل والے
 رحم ہو جاتے ہیں ان کا پیشہ ہی یہ ہوتا ہے کہ مفلسوں کی مفلسی سے یا کم مایہ لوگوں کی کم
 مائیگی سے فائدہ اٹھاتیں، ان کا خون چوس کر اپنے بدن کو پالیں اس لئے ممکن نہیں کہ
 لوگوں کے دلوں میں ان کی کوئی عزت و وقار ہو۔ اپنے ملک کے بیویوں اور یورپ و افریقہ
 مصر و شام کے یہودیوں کی تاریخ پر ٹھہ جائیے۔ ان کے حالات کو دیکھ لیجئے۔ ان کی تجویز
 کتنے ہی سونے چاندی، اور جواہرات سے بھری ہوں لیکن دنیا کے کسی گوشے میں انساؤں
 کے کسی طبقہ میں ان کی کوئی عزت نہیں بلکہ ان کے اس عمل کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے
 کہ عوام کے دلوں میں ان کی طرف سے بغض و نفرت پیدا ہوتی ہے اور آج کل تو
 دنیا کی ساری جھگیں اسی بغض و نفرت کے مظاہرے ہیں۔ محنت و سرمایہ کی
 جنگ نے ہی دنیا میں اشتراکیت اور اشتالیت کے نظریے پیدا کئے۔ کمیونزم کی
 تحریکی سرگرمیاں اسی بغض و نفرت کا نتیجہ ہیں، جن سے پوری دنیا قتل و قاتل و
 جنگ و جدال کا جہنم بن کر رہ گئی ہے۔ یہ حال تو ان کی راحت و عزت کا ہے۔ اور

تجربہ شاہد ہے کہ سود کا مال سود خوار کی آنے والی نسلوں کی زندگی بھی خوشگوار نہیں بننے دیتا، یا ضائع ہو جاتا ہے یا اس کی نحوست سے وہ بھی مال و دولت کے حقیقی ثمرات سے محروم و ذلیل رہتے ہیں۔

یورپین اقوام کی سو خواری سے دھوکہ نہ کھائیں | لوگ شاید یورپ کے سود خواروں کی مثال سے فریب میں آئیں کہ وہ لوگ تو ب کے سب خوش حال ہیں اور ان کی نسلیں بھی پھولتی پھلتی ہیں، لیکن اول تو ان کی خوشحالی کی حقیقت اور اس میں جو سامانِ راحت و راحت سمجھ بیٹھنے کا فریب ہے اس کا اجمالی خاکہ عرض کر چکا ہوں۔ دوسرے اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی مردم خور دوسرے انسانوں کا خون چوس کر اپنا بدن پالتا ہو اور ایسے کچھ انسانوں کی ایک جماعت ایک محلہ میں آباد ہو جائے۔ آپ کسی کو اس محلہ میں لے جا کر خون چوسنے کے برکات کا مشاہدہ کرائیں کہ یہ سب کے سب بڑے صحت مند اور سرسبز و شاداب ہیں۔ لیکن ایک عقلمند آدمی کو جو پوری انسانیت کی فلاح کا خواہش مند ہے۔ صرف اس محلہ کو دیکھتا نہیں بلکہ اس کے مقابل ان بستیوں کو بھی دیکھتا ہے جن کا خون چوس کر ان کو ادھوا کر دیا گیا ہے اس محلہ اور ان بستیوں کے مجموعہ پر نظر ڈالنے والا کبھی اس محلہ والوں کے فریب ہونے پر خوش نہیں ہو سکتا، اور مجموعی حیثیت سے ان کے عمل کو انسانی ترقی کا ذریعہ نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ اس کے سامنے جہاں یہ مردم خوار دندے فریب نظر آ رہے ہیں وہیں دوسری بستیوں میں ان کی ماری ہوئی زندہ لاشیں بھی نظر آرہی ہیں، پس انسانی ترقی پر نظر رکھنے والا انسان، اس کو انسان کی ہلاکت و بربادی ہی کہنے پر مجبور ہو گا۔

”و اس کے بالمقابل صدقہ خیرات کرنے والوں کو دیکھئے
 کہ اُن کو کبھی اس طرح مال کے پیچھے حیران و سرگرداں نہ پائیں
 گئے، اُن کو راحت کے سامان اگرچہ کم حاصل ہوں مگر
 اصل راحت سامان والوں سے بھی زیادہ حاصل ہے اطمینان
 اور سکون قلب جو اصلی راحت ہے ان کو بہ نسبت دوسروں کے
 زیادہ حاصل ہو گا اور دنیا میں ہر انسان ان کو عزت کی نظر سے
 دیکھے گا۔“

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا
 اور صدقہ کو بڑھاتا ہے۔ یہ مضمون آخرت کے اعتبار سے تو بالکل صاف ہے ہی، دنیا
 کے اعتبار سے بھی اگر حقیقت ذرا سمجھنے کی کوشش کی جائے تو بالکل کھلا ہوا ہے۔
 یہی ہے مطلب اس حدیث کا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
 اِنَّ الْمَرْبُوْا وَاَنْ كَثُرَتْ فَنَاحٍ عَا قِبَتَهُ تَصِيْرُوْا لِيْ قَتْلٍ يَّعْنِيْ سَوْدًا كَثْرَتَا هِيْ زَاوٍ
 ہو جائے مگر انجام کار اس کا نتیجہ قلت ہے۔ یہ روایت مسند احمد اور ابن ابی شیبہ
 ہے۔ آیت کے اخیر میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنِ كَثَرَ اَيْشِيْهِ يَّعْنِيْ
 اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر کرنے والے کو، کسی گناہ کا کام کرنے والے کو۔
 اس میں اشارہ فرمادیا کہ جو لوگ سود کو حرام ہی نہ سمجھیں وہ کفر میں مبتلا ہیں
 اور جو حرام سمجھنے کے باوجود عملاً اس میں مبتلا ہیں وہ گناہ گار فاسق ہیں۔

تیسری اور چوتھی آیتیں

(بقرہ ۲۴۸، ۲۴۹)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
 خَدُّوا مَا بَلَغِيَ مِنَ الْمَدْيِ الْإِن
 كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (۲۴۸)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ
 سود کا بقایا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم
 ایمان والے ہو:

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا
 بِمَحْذُوبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
 وَإِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ دُورٌ
 أَمْوَالُكُمْ لَا تَطْلُمُونَ وَ
 لَا تَطْلُمُونَ (۲۴۹)

پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو تو اعلان جنگ
 سن لو! اللہ اور اس کے رسول کا اور
 اگر تم توبہ نہ کرو تو تمہارے اصل اموال مل
 جائیں گے۔ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور
 نہ کوئی دوسرا تم پر ظلم کرنے پائے گا۔

ان دونوں آیتوں کا شان نزول رفعِ شہادت کے ذیل میں ابھی آپ دیکھ چکے
 ہیں کہ قبیلہ بنو ثقیف جو سودی کاروبار میں سب سے زیادہ معروف تھے اور جنہوں نے
 بحالتِ کفر کہا تھا کہ احْتَمَا الْبَيْعُ مِثْلَ الرِّبَا جب رسولؐ میں یہ مسلمان ہو گئے اور
 ایک دوسرا قبیلہ بنو میزہ ان کا حریف تھا وہ بھی مسلمان ہو چکا تھا۔ اسلام قبول کرنے
 کے بعد سودی کاروبار تو سبھی نے چھوڑ دیا تھا لیکن پچھلے معاملات میں بنو ثقیف
 کے سود کی رقم بنو میزہ کے ذمہ لازم تھی۔ انہوں نے اپنے بقایا سود کا مطالبہ
 بنو میزہ سے کیا۔ انہوں نے انکار کیا تو معاملہ امیرِ مکہ کی معرفت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم
 تک پہنچا۔ (در مشور عن ابن عباس)

اسی طرح حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور خالد بن ولید کا شرکت میں کاروبار تھا۔ ان کی بھی پچھلے سود کے حساب میں بہت بڑی رقم بوثقیقت کے ذمہ واجب الادا تھی (درویش ابن حیر) اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا کچھ سابقہ مطالبہ ایک دوسرے تاجر کے ذمہ تھا۔ سابقہ سود کے مطالبات آپس میں ہوئے۔ اس پر یہ دو آیتیں نازل ہوئیں جن کا ماحصل یہ ہے کہ سود کی حرمت نازل ہونے کے بعد سود کی بقایا رقم کا لین دین بھی جائز نہیں۔ صرف اتنا جائز ہے کہ حکم حرمت سے پہلے جو سود لیا دیا جا چکا تھا اور اس سے حاصل شدہ جائیداد سامان یا نقد جن لوگوں کے پاس تھا وہ حسب تصریح آیت سابقہ ان کے لئے جائز رکھا گیا ہے اور جو ابھی تک وصول نہیں ہوا، اس کا وصول کرنا جائز نہیں۔

سب حضرات نے یہ حکم قرآنی سن کر اس کے مطابق اپنے مطالبات چھوڑ دیئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ سود کی اہمیت اور اس میں پیش آنے والے نزاعا کے پیش نظر اس مسئلہ کا اعلان حجۃ الوداع کے اس خطبہ میں فرمایا جو اسلام میں ایک دستور اور منشور کی حیثیت رکھتا ہے جو تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری مجمع کے سامنے کیا گیا۔ اس میں آپ نے لوگوں کے دلوں کے شبہات مٹانے اور سابقہ قتل و خون کے مطالبات چھوڑ دینے اور سود کی سابقہ رقوم سے دست برداری کو آسان کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

”و خوب سمجھ لو کہ جاہلیت کی ساری رسمیں میرے قدموں کے نیچے مسل دی گئی ہیں اور زمانہ جاہلیت کے باہمی قتل و خون کے انتقام آئندہ کے لئے ختم کر دیئے گئے (کہ مجھ سے پہلے زمانہ کے کسی قتل کا کوئی آئندہ کسی سے انتقام نہ لے گا) اور سب سے

پہلا انتقام ہم اپنے رشتہ دار خاص ریحہ ابن حارث کا چھوڑتے
ہیں جو قبیلہ بنی سعد میں رضاعت کے لئے دیئے ہوئے تھے
ہذیل نے اُن کو قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح زمانہ جاہلیت کا سود
چھوڑ دیا گیا اور سب سے پہلا سود جو چھوڑا گیا وہ (ہمارے
چچا، حضرت عباسؓ کا ہے کہ وہ بڑی رقم ہونے کے باوجود)
سب کا سب معاف کر دیا گیا۔

ان دونوں آیتوں میں پہلی آیت کریمہ آیتھا الذین امنوا اتقوا الله
سے شروع کیا گیا ہے جس میں خوفِ خدا کا حوالہ دے کر آنے والے حکم یعنی سود کو
آسان کرنے کی تدبیر کی گئی ہے کیونکہ خوفِ خدا و آخرت ہی ایسی چیز ہے جس سے
انسان کے لئے ہر مشکل چیز آسان اور سب تلخیاں شیریں ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد
ارشادِ سرمدیہ فرماتا ہے مَنْ الْيَزُولَا یعنی چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود۔
اس کے آخر میں تاکیدِ شدید کے لئے ارشاد فرمایا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ یعنی اگر تم
مسلمان ہو جس میں اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ سود کی پچھلی رقم وصول کرنا بھی
مسلمان کا کام نہیں۔

اس کے بعد دوسری آیت میں اس حکم کی مخالفت کرنے والوں کو سخت
وعید سنائی گئی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ اگر تم نے سود کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ اور
اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ یہ وعید شدید ایسی ہے کہ کفر کے سوا کسی
بڑے سے بڑے جرمِ دگناہ پر ایسی وعید کہیں قرآن و حدیث میں نہیں جس سے سود خوری
کے گناہ کا انتہائی شدید اور سخت ہونا ثابت ہوا۔

اس آیت کے آخر میں ارشاد فرمایا وَإِنْ تَبَيَّنَ فَلَكُمْ دُرُّكُمْ
 أَمْوَالُهُمْ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ یعنی اگر تم سود سے توبہ کر لو اور آئندہ
 کے لئے سود کی بقایا تم چھوٹنے کا بھی عزم کر لو تو تمہیں تمہارے اس المال لمبائیں
 گئے، نہ تم اصل اس المال سے زائد حاصل کر کے کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ کوئی
 اصل اس المال میں بھی یادیر کر کے تم پر ظلم کرنے پائے گا۔

اس میں اس المال سے زائد رقم یعنی سود لینے کو ظلم فرما کر حرمت سود
 کی علت کی طرف اشارہ فرمادیا کہ قرض دے کر اس پر نفع لینا ظلم ہے۔ اگر شخصی سود
 ہے تو خاص ایک غریب پر ظلم ہوا، اور تجارتی سود ہے تو پوری بخل خدا اور پوری ملت
 پر ظلم ہے جیسا کہ دوسری آیت کی تفسیر میں آپ دیکھ چکے ہیں۔

یہاں ایک بات یہ غور طلب ہے کہ اس آیت میں اس المال لینے کے لئے بھی
 یہ شرط لگائی گئی ہے کہ سود سے توبہ کر لو۔ جس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر سود سے توبہ
 نہ کی تو اصل اس المال بھی ضبط ہو جائے گا۔

اس کی تشریح علماء تفسیر اور فقہاء رحمہم اللہ نے یہ کی ہے کہ سود سے توبہ نہ
 کرنے کی بہت سی صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں اصل اس المال بھی ضبط ہو سکتا ہے
 مثلاً سود کو حرام ہی نہ سمجھے تو یہ قرآن کے مطلق حکم کی خلاف ورزی، قانون شکنی کے انداز
 میں مخالف جہد بنا کر کی جائے تو ایسا کرنے والے باغی ہیں اور باغیوں کا مال بھی ضبط
 کر کے بیت المال میں امانت رکھ دیا جاتا ہے، کہ جب وہ توبہ کر لیں اور بعثت
 چھوڑ دیں اس وقت ان کو دیا جائے۔

غالباً اسی قسم کی صورتوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اِنْ تَبَيَّنَ فَلَكُمْ

مُذَوِّنِ أَمْوَالِكُمْ فَرِيًّا كَيْفَ يَكُونُ تَوْبَهُ نَذْرُكُمْ تَوْبَهُ نَذْرُكُمْ تَوْبَهُ نَذْرُكُمْ

پانچویں آیت (ال عمران ۱۲۳)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُلُوا
الرِّبَا أضعافاً مضاعفةً
وَأَتَقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ

یعنی اے ایمان والو! سود مت کھاؤ
کئی جتنے زائد اور اللہ سے ڈرو امید
ہے کہ تم کامیاب ہو۔

اس آیت کے نزول کا ایک خاص واقعہ ہے کہ جاہلیت عرب میں سود خواری کا عام طور پر یہ طریقہ تھا کہ ایک خاص میعاد معین کے لئے ادھار سود پر دیا جاتا تھا اور جب وہ میعاد آگئی اور قرض دار اس کی ادائیگی پر تیار نہ ہوا تو اس کو مزید مہلت اس شرط پر دی جاتی تھی کہ سود کی مقدار بڑھا دی جائے۔ اس طرح دوسری میعاد پر بھی ادائیگی نہ ہوئی، تو سود کی مقدار اور بڑھا دی۔ یہ واقعہ عام کتب تفسیر میں بالخصوص باب النول میں بروایت مجاہد مذکور ہے۔

جاہلیت عرب کی اس ملت کش رسم کو مٹانے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی اس لئے اس میں اضعافاً مضاعفہ، یعنی کئی جتنے زائد فرما کر ان کے مروجہ طریقے کی مذمت اور ملت کشی و خود غرضی پر متنبہ فرما کر اس کو ممنوع قرار دیا۔ اس کے معنی یہ نہیں کہ اضعاف و مضاعف نہ ہو تو حرام نہیں کیونکہ سورہ بقرہ اور نساء میں مطلقاً بڑا کی حرمت صاف مذکور ہے۔ اضعاف و مضاعف ہو یا نہ ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے قرآن کریم میں جا بجا فرمایا ہے لَا تَشْتَرُوا دِيَارَكُمْ بِأَيِّ شَيْءٍ قَلِيلٍ یعنی میری آیتوں کے بدلے میں خودی سی قیمت مت لو، اس میں خودی سی قیمت اس لئے فرمایا کہ آیات الہیہ کے بدلے

اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی لے لے تو وہ بھی تھوڑی ہی قیمت ہوگی۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن کی آیت کے بدلے میں تھوڑی قیمت لینا حرام ہے اور زیادہ لینا جائز اس طرح اس آیت میں اَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً کا لفظ ان کے شرناک طریقہ پر نیک کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ حرمت کی شرط یا قید نہیں۔

اگر سود کے فروجہ طریقوں پر غور کیا جائے تو یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جب سود خواری کی عادت بڑھ جائے تو پھر سود تنہا سود نہیں رہتا بلکہ لازماً اضعاف و مضاعف ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جو رقم سود سے حاصل ہو کر سود خوار کے مال میں شامل ہوئی، اب سود کی اس زائد رقم کو بھی سود پر چلایا جائے گا۔ تو سود مضاعف ہو جائے گا اس طرح ہر سود اضعاف مضاعف بن کر رہے گا۔ علاوہ انہیں جب سودی کاروبار میں اصل قرض بدستور باقی ہے اور میعاد کا سود لیا جا رہا ہے تو ایک زمانہ کے بعد ہر سود اصل راس المال کا اضعاف و مضاعف ہو جائے گا۔

چھٹی اور ساتویں آیتیں

(سُورَةُ نَسَاءٍ ۱۶۰-۱۶۱)

سویہود کے انھیں بڑے بڑے جرائم کے	فُظِّلُمْ مِنَ الدِّينِ هَٰذَا وَ
سبب ہم نے بہت سی پاکیزہ چیزیں جو پہلے	حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ
ان کے لئے حلال تھیں بطور منہ حرام کر دیں	أَحَلَّتْ لَهُمْ وَبِمَكَدِهِمْ
ان سبب سے کہ وہ لوگوں کو اللہ کے راستے	عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَشَرُوا
سے روکتے تھے اور اس سبب سے کہ وہ سود	وَآخَذَهُمُ الرِّبَا وَقَدْ

نَهْوُ اعْتِنَاهُ وَاعْلَاهُمْ

اَمْوَالِ الْمَنَاسِبِ بِالْبَاطِلِ

وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ

مِنْهُمْ

عَذَابًا

اَلِيْمًا

(سورہ نسا)

مفرد کر رکھا ہے۔

لیا کرتے تھے۔ حالانکہ ان کو سود لینے سے

مانعت کر دی گئی تھی اور اس سبب سے

کو وہ لوگوں کے ال ناحق ملتے سے کھاتے

تھے اور ہم نے ان میں سے ان لوگوں کے

لئے جو کافر ہیں، دردناک سزا کا سامان

ان آیات میں بتلایا گیا ہے کہ یہودیہ پر بہت سی ایسی چیزیں بھی بطور سزائے حرام

کر دی گئی تھیں، جو درحقیقت حرام نہ تھیں کیونکہ حقیقی اور ذاتی طور پر تو ہر شریعت

میں صرف وہ چیزیں حرام کی گئی ہیں جو خبیث ہیں۔ یعنی انسان کی صحبت جہانی یا صحبت

روحانی کے لئے مفریا ہلک ہیں۔ باقی سب طہیات اور پاک ستھری چیزیں اللہ تعالیٰ

نے انسانوں کے لئے حلال قرار دی ہیں، لیکن یہود کے مسلسل گناہوں اور جرم کی

سزائے بھی دی گئی کہ بہت سے طہیات کو بھی حرام کر کے ان کو محروم کر دیا گیا۔ جس کی تفصیل

سورۃ النعام میں آئی وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا وَخَرُوعُوا لِمَنْ دُونِ طُغْيَانِ الْاِيْمَةِ اس کے

بعد وہ جرائم اور گناہ بتلائے گئے ہیں۔ جو اس سزاکا باعث بنے اول یہ کہ یہ بد نصیب

خود تو اللہ کے صراط مستقیم سے ہٹے ہی تھے اس کے ساتھ یہ جرم بھی کرنے لگے کہ وہ

کو بھی گمراہ کرنے کی کوشش کی۔

دوسرا جرم یہ بتلایا کہ یہ لوگ سود کھاتے تھے حالانکہ ان پر سود حرام تھا۔ قرآن

کریم کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ سود کا لین دین بنی اسرائیل پر بھی حرام کیا گیا تھا۔

آج جو نسخہ توہرات کا ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہے اگرچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ

وہ نسخہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے، منفق و رہے اور یہ بھی مشاہدہ ہے کہ موجودہ تورات میں سود کی حرمت کا ذکر کسی نہ کسی درجہ میں موجود ہے۔

بعض علماء تفسیر نے فرمایا ہے کہ سود و ربا ہر شریعت و ملت میں حرام رہا ہے۔

بہر حال اس آیت نے بتلایا کہ یہود کو جو عذاب اور سزائیں دی گئیں، اس کا ایک سبب سود خواری تھا۔ اسی لئے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی قوم اللہ تعالیٰ کے قہر میں مبتلا ہوتی ہے تو اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ ان میں سود کا رواج ہو جاتا ہے۔

آنکھوں آیت (سورہ روم)

وَمَا أَمْتَيْتُمْ مِنْ دَبْوٍ أَبَوْا
فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَزِيدُوا
عِنْدَ اللَّهِ وَمَا أَمْتَيْتُمْ مِنْ
زَكَاةٍ قُرْبِيْدُونَ وَحِبَّةَ اللَّهِ
فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ

اور جو چیز تم اس لئے دو گئے کہ وہ لوگوں کے
مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو یہ
اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا۔ اور جو زکوٰۃ
دو گئے جس سے اللہ کی رضا مطلوب ہو
تو ایسے لوگ خدا کے پاس بڑھاتے رہیں گے۔

بعض حضرات مفسرین نے لفظ ربا اور زیادتی پر نظر کر کے اس آیت کو بھی سود و ربا پر محمول فرمایا ہے۔ اور یہ تفسیر فرمائی ہے کہ سود و ربا کے لینے میں اگرچہ بظاہر مال کی زیادتی نظر آتی ہے مگر درحقیقت وہ زیادتی نہیں، جیسے کسی شخص کے بدن پر دم ہو جائے تو بظاہر وہ اس کے جسم میں زیادتی ہے لیکن کوئی عقل مند اس کو زیادتی سمجھ کر خوش نہیں ہوتا بلکہ اس کو ہلاکت کا مقدمہ سمجھتا ہے۔ اس کے بالمقابل زکوٰۃ صدقات دینے میں اگرچہ بظاہر مال میں کمی آتی ہے مگر درحقیقت وہ کمی نہیں، بلکہ ہزاروں زیادتیوں کا موجب ہے جیسے کوئی شخص مادہ

فاسد کے اخراج کے لئے مسہل لیتا ہے یا فصد کھلو اگر خون نکلاتا ہے تو بظاہر وہ مکر و نظر آتا ہے اور اس کے بدن میں بھی محسوس ہوتی ہے۔ مگر جاننے والوں کی نظر میں یہ بھی اس کی زیادتی اور نفرت کا پیش خیمہ ہے۔

اور بعض علماء تفسیر نے اس آیت کو سود و بیاج کی مانعت پر محمول نہیں فرمایا بلکہ اس کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ جو شخص کسی کو اپنا مال اخلاص اور نیک نیتی سے نہیں بلکہ اس نیت سے دے کہ میں اس کو یہ چیز دوں گا تو وہ مجھے اس کے بدلے میں اس سے زیادہ دے گا، جیسے بہت ہی برادریوں میں لڑتے کی رسم ہے کہ وہ ہدیہ کے طور پر نہیں بلکہ بدلہ لینے کی غرض سے دی جاتی ہے۔ یہ دنیا چوں کہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نہیں، اپنی فاسد غرض کے لئے ہے۔ اس لئے آپ نے فرمایا، کہ اس طرح اگرچہ ظاہر میں مال بڑھ جائے مگر وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا، ہاں جو نکوۃ، صدقات اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے دیئے جائیں ان میں اگرچہ بظاہر مال گھٹتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ دوگنا چوگنا ہو جاتا ہے۔

اس تفسیر پر آیت مذکورہ کا وہ مضمون ہو جائے گا جو دوسری ایک آیت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا **لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْبِرُ** یعنی آپ کسی پر احسان اس نیت سے نہ کریں کہ اس کے بدلے میں مجھے کچھ مال کی زیادتی حاصل ہو جائیگی۔ اس موقع پر بظاہر یہ دوسری تفسیر ہی رائج معلوم ہوتی ہے اول اس لئے کہ سورہ روم منجی ہے۔ جس کے لئے اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ اس کی ہر آیت منجی ہو، مگر غالب گمان منجی ہونے کا ضرور ہے۔ جب تک اس کے خلاف کوئی ثبوت نہ ملے۔ اور آیت کے منجی ہونے کی صورت میں اس کو حرمت سود کے مفہوم پر اس لئے محمول نہیں کیا جاسکتا۔

کو کثرتِ سودِ مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ اس آیت سے پہلے جو مضمون آیا ہے اس سے بھی دوسری تفسیر ہی کا رجحان معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اس سے پہلے ارشاد ہے۔

وَأَلَيْسَ لَكَ خَيْرٌ لِّذِيْنَ يُؤْتِيْكَوَدُوْلَهُ
وَالْمَسْكِيْنَ وَابْنِ السَّبِيْلِ
فَتَوَابَتْ دَارُكَوْاسْكَافِيْكَوَدُوْلَهُ
وَحَبَّةُ اللّٰهِ ۝

مسکین اور مسافر کو بھی، یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے، جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔

اس آیت میں رشتہ داروں اور مساکین اور مسافروں پر خرچ کرنے کے ثواب کے لئے یہ شرط لگائی گئی ہے کہ اس میں نیت اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی ہو تو اس کے بعد والی آیت مذکورہ میں اس کی توضیح اس طرح کی گئی، کہ اگر کوئی مال کسی کو اس غرض سے دیا جائے کہ اس کا بدلہ اس کی طرف سے زیادہ ملے گا تو یہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے خرچ نہیں ہوا۔ اس لئے اس کا ثواب نہ ملے گا۔

بہر حال سود کے مسئلہ میں اس آیت کو چھوڑ کر بھی سات آیتیں اُدپر آچکی ہیں جن میں سے سورہ آل عمران کی ایک آیت میں انصاف و مضاعف سود کی حرمت بیان فرمائی گئی ہے اور باقی چھ آیتوں میں مطلق سود کی حرمت کا بیان ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا ہے، کہ سود خواہ انصاف و مضاعف اور سود و سود ہو یا اکبر اسود، بہر حال حرام ہے اور حرام بھی ایسا شدید کہ اس کی مخالفت کرنے پر اللہ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلانِ جنگ فرمایا گیا ہے۔ رہا کہ متعلق سات آیات قرآن کی مفصل تفسیر سامنے آچکی ہے۔

اس کے بعد اس مسئلہ کے متعلق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

دیکھئے۔ نفسِ مسئلہ اور اس کا حکم واضح کرنے کے لئے تو چند احادیث کافی تھیں، لیکن مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر مناسب معلوم ہوا کہ اس مسئلہ سے متعلق جتنی روایات حدیثِ مخفر تحقیقات کے ذریعہ جمع ہو سکیں، وہ پیش کر دی جائیں۔ اس کے پیش نظر اپنے پاس موجود کتب حدیث سے ان روایات حدیث کو جمع کیا تو تقریباً ایک چہل حدیث اس مسئلہ کی بن گئی جس کو ترجمہ اور مخفر تشریح کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔ واللہ العلیٰ اعلم

چہل حدیث

متعلقہ حرمت ربلو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۱) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ	حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	نہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
قَالَ اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤْبَحَاتِ	سات ایسی چیزوں سے بچو جو ہلاک کرنے
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هُنَّ	والی ہیں۔ صحابہ (کرام) نے عرض کیا یا رسول
قَالَ الشُّرْكُ بِاللَّهِ وَالسِّحْرُ	اللہ وہ سات چیزیں کون سی ہیں؟ حضرت نے
وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ	فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا
اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَالْعُلَا	جاؤ کرنا۔ ایسی جان کو ناحق مار ڈالنا
وَأَعْلَ مَالِ الْيَتِيمِ	جس کا مارنا اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادیا
وَالسُّؤْلُ يَوْمَ الزَّحْفِ	سود کھانا اور متم کا مال کھانا اور جنگ

سہ بعد میں کچھ اور اضافہ ہو کر احادیث کا عدد چالیس سے بھی بڑھ گیا ۱۳

قَدْ دَتِ الْمُحْصَاتِ أَحْسَنَ
 الْعَاقِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ دَوَاةُ
 الْبَحَاوِيِّ وَمُسْلِمٌ وَابُودَاوُدَ
 وَالنَّسَائِيُّ (ترغیب الزہیب)

کے روز بیٹھ دکھا کر بھاگنا اور بھولی بھالی
 پاک دامن مسلمان عورتوں پر تہمت لگانا۔
 اس حدیث کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی
 روایت کیا ہے۔

شرک کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں غیر خدا کو خدا کا شریک ٹھہرانے
 کو۔ مثلاً خدا تعالیٰ کی طرح اس کو قابل عبادت سمجھے یا اس کے نام کی نذیر مانے یا کسی
 کے علم یا قدرت کو خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے برابر سمجھے، یا ایسے اعمال و افعال جو
 عبادت کے لئے مخصوص ہیں جیسے رکوع، سجدہ، سجود، طواف وغیرہ یہ افعال سوائے
 خدا تعالیٰ کے کسی اور کے لئے کرے، یہ سب شرک ہیں۔ قرآن کریم نے اعلان کر دیا ہے کہ
 جو شخص بجاالت شرک بغیر توبہ کے مرگیا اس کی بخشش ہرگز نہ ہوگی۔

(۲) وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُبْنَدٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ
 الْمَلِيكَ وَجَلِيئِي أَمِيَّانِي فَاكْتَوَحَانِي
 إِلَى أَرْضٍ مُقَدَّسَةٍ فَأَنْظَلَعْنَا
 حَتَّى آتَيْنَا عَلَى بَهْرٍ مِنْ دَمٍ
 فِيهِ رَجُلٌ قَاتِلٌ وَعَلَى
 شَطِئِ النَّهْرِ رَجُلٌ مُبِينٌ يَدِيهِ
 مَبْرُورَةٌ فَأَقْبَلَ التَّوَجَّلَ الَّذِي

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ
 روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا
 کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھ کو
 ایک مقدس سرزمین کی طرف لے چلے،
 یہاں تک کہ ہم ایک خون کی نہر پر پہنچے،
 اس کے درمیان میں ایک شخص کھڑا تھا
 اور نہر کے کنارے پر ایک شخص ہے اس کے
 سامنے بہت سے پتھر پڑے ہیں۔ نہر کے

فِي النَّهْرِ فَإِذَا ارَادَ أَنْ يَخْرُجَ
رَبُّهُ الرَّحْمَلُ بِحَجَرٍ فِي فِيهِ قُوَّةٌ
حَيْثُ كَانَ فَجَعَلَ كَلِمًا
جَاءَ لِيَخْرُجَ رَحْمَى فِي فِيهِ
بِحَجَرٍ فَإِذَا رَجِعَ كَمَا كَانَ فَقُلْتُ
مَا هَذَا الَّذِي دَأَيْتَهُ فِي
النَّهْرِ قَالَ أَحْمِلُ الرَّبَّادُ وَأَمَّا
الْبَحَارِيُّ هَلْكَ ابْنِ الْبَيْسُومِ مَحْمُودًا
وَقَدْ قَدَّمَ فِي تَرْكِ الصَّلَاةِ مَطْلُوعًا
(۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْمَلَ الرَّبَّادُ
وَمَوْكِلَهُ زَوَاةَ مُسْلِمٍ وَالنِّسَائِيَّ
وَزَوَاةَ أَبُو دَاوُدَ وَالثَّرْمُذِيَّ
وَصَحَّاحَهُ وَابْنَ مَاجَةَ وَابْنَ
حَبَّانَ فِي صَحِيحِهِ كُلُّهُمْ مِنْ
رُؤَسَاةِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِيهِ
وَلَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ زَوَاةَ وَافِيهِ

اندروالاشخص نہر کے کنارے کی طرف آتا ہے
جس وقت نکلنا چاہتا ہے کنارے والا شخص
اس کے منہ پر ایک پتھر اس زور سے مارتا
ہے کہ وہ پھر کر اپنی جگہ جا پہنچتا ہے
پھر جب بھی نکلنا چاہتا ہے اسی طرح اس
کے منہ پر پتھر مارا کہ اس کو اپنی پہلی جگہ
لوٹا دیتا ہے۔ آنحضرت نے پوچھا کہ کون شخص
تقاضی کو اس نے نہر میں دھجا، فرمایا سو و خوار
اس کو امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے سود کھانے والے اور سود کھلانے
والے پر لعنت فرمائی ہے (یعنی سود لینے
والے۔ اور سود دینے والے پر) اس کو
مسلم اور نسائی ابوداؤد اور ترمذی، ابن
ماجر ابن حبان نے روایت کیا ہے اور
اس کو صحیح مشوار دیاہے اور ایک
روایت میں اس کے ساتھ سود کی شہادت
دینے والوں اور کتابت کرنے والوں پر

بھی لعنت فرمائی ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے، سود دینے والے اور سودی تحسیر یا احباب بھنے والے اور سودی شہادت دینے والے پر لعنت فرمائی اور فرمایا کہ ارب لوگ (گناہ میں) برا ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکیر و گناہ سات ہیں۔ ان میں پہلا گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور (دوسرا گناہ) ناحق کسی شخص کو مار ڈالنا اور (تیسرا گناہ) سود کھانا اور (چوتھا گناہ) یتیم کا مال ناجائز طور پر کھالینا اور (پانچواں گناہ) جہاد سے سبھاگنا اور (چھٹا گناہ) پاک دامن عورتوں کو بہت لگانا اور (ساتواں گناہ) ہجرت کرنے کے بعد اعراب (دریائے کھارون) کوٹ جانا اس کو بزار نے عمرو بن ابی شیبہ کی سند سے روایت کیا ہے۔

وَشَاهِدِيهِ وَكَاتِبِهِ

(۴) وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْلَ الرِّبَا وَمُؤَمَّلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدِيهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ - دَوَاءُ مُسْلِمٍ وَعَيْتُهُ ۝

(۵) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكُفَّاءُ يَرْبُوعٌ أَوْ لَئِنْ إِلَّا شَوَاكَ بِاللهِ وَقَتْلُ النَّفْسِ بِغَيْرِ حَقِّهَا وَأَكْلُ الرِّبَا وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ وَقَوَارِجُ يَوْمِ الزَّهْمِ وَقَدْ فُتِ الْمَحْصَنَاتُ وَالْإِنْتِقَالُ إِلَى الْأَعْرَابِ بَعْدَ هِجْرَتِهِمْ دَوَاءُ الْبَرْذَمِينِ وَدَامِيَةِ عَمْرٍو بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَلَا بَأْسَ بِهِ فِي الْمَتَابِعَاتِ

(۶) وَعَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جَحْفَةَ
عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَوَّاسَ بْنَ سُفْيَانَ وَاسْتَوْبَشَةَ
وَأَكْلَ الرِّبَا وَمُوجِلَةَ وَنَهْلِي
عَنْ شَمَنِ الْكَلْبِ وَكَسْبِ الْبَغِيِّ
وَلَعَنَ الْمُصَوِّرِينَ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ
وَالْبُيْهَقِيُّ (قَالَ الْحَافِظُ) أَيْ
جَحْفَةَ وَهَبُ بْنُ عَبَّادٍ اللَّهُ
السَّنَوَائِي ي

حضرت عون بن ابی جحفہ رضی اللہ
عہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے
والی عورت اور گدوالے والی عورت پر
اور سود لینے والے اور سود دینے والے
پر لعنت بھیجی ہے اور کسے کی قیمت اور
ہڈی کی کمائی سے ممانعت فرمائی ہے
اور تصویر کھینچنے والوں پر لعنت بھیجی ہے
اس کو بحاری اور ابوداؤد نے روایت
کیا ہے۔

(۷) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ أَكْلَ الرِّبَا
وَمُوجِلَةَ وَشَاهِدَةَ
كَاتِبًا إِذَا عَلِمُوا أَنَّهُ وَالْوَارِثَةُ
وَالْمُسْتَوْبَشَةُ لِلْحُسَيْنِ وَكَأَيُّ
الْمُسْتَوْبَشَةِ وَالْمُسْتَوْبَشَةِ
بَعْدَ الْهَجْرَةِ مَلْعُونُونَ عَلَى
لِسَانِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ رَوَاهُ أَحْمَدُ وَابْنُ أَبِي

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں
نے فرمایا سود کھانے اور کھلانے والا اور
اس کے دونوں گواہ اور دونوں کے کاتب
جب کہ اس کو جانتے ہوں کہ یہ معاملہ سود
کلمے اور جو بصورتی کے لئے گودنے والی
اور گدوالے والی عورت اور مستودہ
کو ملنے والا، اور ہجرت کے بعد اپنے
وطن کی طرف واپس ہو جانے والا۔

یہ سب بزبان محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(بروز قیامت) ملعون ہوں گے۔
اس کو احمد اور ابو یعلیٰ نے اور
ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنے
اپنے صحیح میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے "چار شخص ایسے ہیں کہ اللہ
تعالیٰ نے اپنے لیے پر لازم کر لیا ہے کہ ان کو
جنت میں داخل نہ کریں گے اور نہ ان کو
جنت کی نعمتوں کا ذائقہ چکھائیں گے ایک
تو عادی شرابی دوسرا سود کھانے والا تیسرا
ناحق یتیم کا مال اڑانے والا چوتھے ماں باپ
کی نافرمانی کرنے والا اس کو حاکم نے ابراہیم خضرم بن
غزاک الخ سے روایت کیلے اور حکم نے صحیح الاصابہ
حضرت عبداللہ بن ابی مسعود رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا، سود کے وبال تہتر قسم کے ہیں سب سے

وَابْنُ خُزَيْمَةَ وَابْنُ حَبَانَ فِي
مُحْيِيهِمَا وَزَادَ فِي آخِرِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
(قَالَ الْعَافِي) رَوَاهُ كُلُّهُمْ عَنْ النَّبِيِّ
وَهُوَ الْأَعْوَدُ عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ إِلَّا ابْنَ
خُزَيْمَةَ فَإِنَّهُ رَوَاهُ عَنْ مَسْرُوقٍ
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ :

(۸) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ "أَرْبَعٌ حَقَّ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا
يُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ وَلَا يُدْخِلَهُمُ لَعْنَهُمَا
مُدَّ مِنْ الْخَمْرِ وَأَكَلَ الرِّبَا وَأَعْلَى
مَالِ الْيَتِيمِ بِغَيْرِ حَقٍّ وَالْعَسَاقُ
لِوَالِدَيْهِ" رَوَاهُ الْحَاكِمُ عَنْ
إِبْرَاهِيمَ بْنِ خُزَيْمٍ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَ
هُوَ رَوَاهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ
أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَالَ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ :
(۹) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْنَى ابْنِ مَسْعُودٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الرِّبَا ثَلَاثٌ وَ

اور نے قسم ایسی ہے جیسے کوئی اپنی
ماں سے بدکاری کرے۔ اس کو حاکم نے
روایت کیا، اور بخاری و مسلم کی شرط
پر صحیح کہا ہے۔

سَبْعُونَ بَابًا يُسْرَهَا مَثَلُ أَنْ يَكِلَ
الرَّمْلَ أَمَهُ دَوَاهُ الْحَاكِمِ وَقَالَ
صَحِيحٌ عَلَى شَوَاطِئِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ
وَدَوَاهُ الْبَيْهَقِيِّ مِنْ طَرِيقِ الْحَاكِمِ
ثُمَّ قَالَ هَذَا السَّانِدُ صَحِيحٌ وَالْمُتَّقِنُ
مَنْكُورٌ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَا أَعْلَمُهُ
إِلَّا دُهُمًا وَكَاسَنَهُ دَخَلَ لِبَعْضِ رَوَاتِهِ
إِسْنَادٌ فِي إِسْنَادِهِ ۚ

انھیں محمد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ سو کے مفاسد کچھ اور بیشرین اور
شرک اس کے برابر ہے اس کو بخاری نے روایت
کیا ہے اس کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

(۱۰) وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ «الرِّيَا بَعْضُ سَبْعُونَ بَابًا
وَالشُّرُوكُ مَثَلُ ذَلِكَ» دَوَاهُ الْبُزْزَادِ وَدَوَاهُ
دَوَاهُ الصَّحِيحِ وَهُوَ عِنْدَ ابْنِ مَسَّحَةَ
بِإِسْنَادٍ يَحْيَى بِأَخْضَارٍ وَالشُّرُوكُ مَثَلُ ذَلِكَ
(۱۱) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
ثَالَثُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الرِّيَا سَبْعُونَ بَابًا أَدْنَاهَا كَالَّذِي
يَقَعُ عَلَى أَمْسِهِ «دَوَاهُ الْبَيْهَقِيِّ بِإِسْنَادٍ
لَا بَأْسَ بِهِ ثُمَّ قَالَ غَرِيبٌ بِهَذَا
الْإِسْنَادِ وَاسْمُهَا يَعْرِفُ بِعَبْدِ اللَّهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔ سو کے مفاسد کی ستر
قسمیں ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے
جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔

بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَمْرِو مَتَّه يَعْنِي ابْنَ
عَمَّارٍ وَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ زِيَادٍ هَذَا
مَنْكُورُ الْحَدِيثِ :

(۷۲) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الَّذِينَ هُمْ يُصِيبُ
الرَّجُلُ مِنَ الرَّبِّ أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ
ثَلَاثَةِ وَثَلَاثِينَ ذَنْبَةً يَزِيئُهَا فِي
الْإِسْلَامِ " ذَوَاهُ لَطْفُ الرَّبِّ فِي الْكَلْبِ مِنْ طَوْنِ
عَطَاءٍ وَالْعَرَّاسَانِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَلَمْ
يَسْمَعْ مِنْهُ ذَوَاهُ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا وَ
الْبُخَارِيُّ - وَغَيْرُهُمَا مَوْثُوقٌ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ
وَهُوَ الصَّحِيحُ وَلَفْظُ الْمَوْثُوقِ فِي أَحَدٍ
مَوْثُوقِهِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ الرَّبَّاشَانِ
وَسَبْعُونَ حُبًّا أَصْغَرُهَا حُبُّ بَنِي كَثْمَنَ
أُمِّي أُمَّةٌ فِي الْإِسْلَامِ وَدِرْهَمٌ مِّنْ
الرَّيَّانِ أَسَدٌ مِّنْ بَضِيعِ وَثَلَاثِينَ ذَنْبَةً
قَالَ وَرَأَيْتُ اللَّهَ بِأَلْقِيَامِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا أَرَى الرَّبَّ فَإِنَّهُ
لَا يَقُومُ إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَتَّبِعُ

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درہم کوئی سود
سے حاصل کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک
مسلمان ہونے کے باوجود بیستیس مرتبہ
زنا کرنے سے بھی زیادہ شدید جرم ہے۔
اس کو طہرائی نے کبیرین عطا فرمائی کی سند سے
عبد اللہ کے واسطے سے روایت کیا ہے الخ
دوسری ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن سلام
نے فرمایا سود کے پندر گناہ ہیں ان میں سب سے
چھوٹا گناہ اس شخص کے گناہ کے برابر ہے جو مسلمان
ہو کر اپنی مال سے زنا کرے۔ اور ایک درہم سود کا
گناہ میں کچھ اور تیس زنا سے زیادہ بدتر ہے اور
اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہر ایک و بد کو کھڑے ہونے کی
اجازت دیں گے مگر سود خوار کو تندرستوں کی طرح کھڑا
ہونا موقوف نہیں دیا جائیگا بلکہ وہ اس طرح کھڑا ہوگا

النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

(۱۳۳) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُظَلَةَ يُعْبِلُ الْمَلَائِكَةَ دَفَعِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَرَجَتُهُمْ رُبًّا
يَأْكُلُهُ الرَّجُلُ وَهُوَ كَيْفُهُ اسْتَدْرَجَ مِنْ سَقَمٍ
وَتَلَاثِينَ ذِيئَةً « رَوَاهُ أَحْمَدُ وَطَبْطَبِي
فِي الْكَبِيرِ وَرَجَالُ أَحْمَدَ وَرَجَالُ الصَّيْحِ
(قَالَ الْحَافِظُ) حُظَلَةُ وَالْعَبْدُ اللَّهِ
لَقَبَ لِيُسْبِلُ الْمَلَائِكَةَ لِأَنَّهُ كَانَ يَوْمَ
أَحَدٍ حَبَابًا قَدْ غَسَلَ أَحَدُ شَقِيٍّ وَارْتَمَ
فَلَمَّا سَمِعَ الصَّخْرَةَ خَرَجَ فَاسْتَشْهَدَ
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَقَدْ رَأَيْتُ الْمَلَائِكَةَ تَغْصِلُهُ

جیسے کسی کو شیطان، جن وغیرہ نے اپنا کڑھلی بنایا ہو۔

اور حضرت عبداللہ بن حظلہ بن خطلہ حسیل ملائکہ نے
فرمایا کہ حضورؐ نے فرمایا ہر سو

کا ایک درجہ کھانا چھتیس زنا سے زیادہ شدید
بے بشرطیکہ اس کو معلوم ہو کہ یہ درجہ سود کلے، اس
روایت کو امام احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے اور مسند
امام احمد میں مذکور ہے کہ یہ روایت حضرت خطلہ کو
غسیل ملائکہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس وقت غزوہ احد
کا اعلان ہوا اور صحابہ کرام جہاد کیلئے نکلے لگے اس وقت
یہ جنابت کی حالت میں تھے، غسل کرنا شروع کیا تھا کہ یہ
آواز کان میں پڑی، انہوں نے دعوت جہاد میں اتنی دیر
کرنا بھی پسند کیا کہ غسل پر اکر کے فارغ ہو جاتے، بلکہ
اسی حالت میں فوراً باہر آئے اور جہاد میں کیسے شریک
ہو گئے اور اتفاقاً اسی حالت میں یہ شہید ہو گئے رسول
کریمؐ کی الدلیلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ
فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے
خطبہ دیا اور سود کا بہت اہتمام سے ذکر فرماتے

(۱۳۴) وَرَوَى عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَبَدَأَ كَرَّمَ الرَّبُّ وَبِأَعْظَمِ شَأْنِهِ وَكَانَ

ہوئے۔ فرمایا اگر کسی شخص کا ایک سونے درہم
کھانا اللہ کے نزدیک چھتیس زنا سے زیادہ
مخت تھام ہے (اور پھر فرمایا) کہ سب سے بڑا
سودہ ہے کسی مسلمان کی آبرورہنہ کیا جائے۔
اس روایت کو بیہقی اور ابن ابی الدینا نے
ذیات کیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما
سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے سنا دیا جس شخص نے کسی ظالم کی غلامی
حق حمایت کی، تاکہ حق والے کا حق ضائع
کر دے تو اللہ اور اس کے رسول اس سے
بہی الذمہ ہیں اور جو شخص سود کا ایک درہم
کھائے تو پینتیس زنا کے برابر ہے۔ اور
جس شخص کا گوشت مال حرام سے پیدا
ہو وہ دوزخ کے قابل ہے۔

برابر بن عازب رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے سنا دیا، سود کے بہتر

إِنَّ الدِّنْهَمَ يُصِيبُهُ الرَّجُلُ مِنَ
الرِّبَا أَعْظَمُ عِنْدَ اللَّهِ فِي الْخَطِيئَةِ
مِنْ سِتَّةٍ وَثَلَاثِينَ ذِمَّةً يَزْنِيهَا
الرَّجُلُ وَإِنْ أَرَى الرِّبَا يَخْرُجُ مِنَ الرَّجُلِ
أَمْسَلُهُ وَأَوْ ابْنُ أَبِي الدُّنْيَا فِي كِتَابِ
ذِمَّةِ الْغَنِيِّ وَالْبَيْهَقِيُّ

(۱۵) وَرَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ مَنْ أَعَانَ ظَالِمًا بِأَمَلٍ لِيَدْرِي
بِهِ حَقًّا فَقَدْ بَرِي مِنْ ذِمَّةِ
اللَّهِ وَذِمَّةِ رَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَمَنْ أَكَلَ دِرْهَمًا مِنْ رِبَا فَهُوَ
مِثْلُ ثَلَاثَةِ وَثَلَاثِينَ ذِمَّةً وَمَنْ
ثَبَّتَ لِحِمَّةٍ مِنْ سَعَتٍ فَالْبَاءُ دَاوِلِي بِهِ
رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ فِي الْمَغِيرَةِ وَالْأَوْسَطِ
وَالْبَيْهَقِيُّ

(۱۶) وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ الرِّبَا أَشَدُّ وَسَبْعُونَ بَابًا أَدْنَاهَا

مِثْلُ ابْنِ أَبِي الرَّجَلِ أُمَّهُ وَإِنَّ أَرْبَى
الرَّبَا اسْتَبْطَلَهُ الرَّجُلُ فِي عَوْنِ خِيَّةٍ
رَوَاهُ الطَّبْرَنِيُّ فِي الْأَوْسَطِ مِنْ دَوَايِصِهِ
عَمْرُو بْنُ دَامَشِدٍ وَقَدْ وَثَّقَ.

دروازے ہیں انہیں سے ادنیٰ ایسا ہے۔ جیسے
کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے اور رب سے
بدترین سدا یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کی
عزت پر دست درازی کرے۔

(۱۷) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الرَّبَا سَبْعُونَ حَوْبًا أَيْسَرُهَا أَنْ يَتْلِمَ الرَّجُلُ
أُمَّهُ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ
عَنْ أَبِي مُعْشِيرٍ وَقَدْ وَثَّقَ عَنْ سَعِيدِ
بَلْقَبَرِيِّ عَنْهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ
عنه سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے ستر یا اسود کے ستر گناہ
ہیں۔ ان میں سے ادنیٰ ایسا ہے، جیسے
کوئی شخص اپنی ماں سے زنا کرے۔

(۱۸) وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ وَسَلَّمَ أَنْ
تَشْتَرِيَ الشُّمْرَةَ حَتَّى تَطْعَمَ وَقَالَ إِذَا
ظَلَمَ الرِّبَا وَالرَّبَا فِي قَوْمِيَّةٍ فَقَدْ أَهْلُوا
بِأَنْفُسِهِمْ عَذَابَ اللَّهِ - رَوَاهُ الْحَاكِمُ
وَقَالَ يَحْيَى بْنُ الْإِسْمَاعِيلِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمانے کے قابل
بھرنے سے پہلے پھلوں کی خرید و فروخت سے منع فرمایا
ہے اور حضور نے فرمایا کہ کسی قوم میں سود اور زنا پھیل
جائے تو گویا اسی والوں نے اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر
اتار لیا۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور
فرمایا ہے کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔

(۱۹) وَعَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
ذَكَرَ مُحَمَّدٌ بْنُ عَمْرِو بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث نقل فرمائی

وَسَلَّمَ وَقَالَ فِيهِ مَا ظَهَرَ فِي قَوْمِ
الزَّيْنَاءِ وَالزَّيْنَاءِ إِلَّا أَهْلُوا بِالْفَرْحِ عَذَابِ
اللَّهِ نَدَاهُ يَكُونُ عَلَى بَابِ سَنَاءٍ وَجَبَّ ۝

(۲۰) وَعَنْ عَبْدِ رِ بْنِ الْعَارِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ قَوْمٍ يُظَاهِرُونَ
الزَّيْنَاءَ إِلَّا أَخَذُوا بِالسَّيِّئَةِ وَمَا مِنْ
قَوْمٍ يُظَاهِرُونَ الزَّيْنَاءَ إِلَّا أَخَذُوا بِالسَّيِّئَةِ
رَوَاهُ أَحْمَدُ بِإِسْنَادٍ فِيهِ نَقْطَةٌ ۝
(۲۱) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَيَّيْتُ
لَيْسَتْهُ أَسْرَى فِي لَمَّا أَتَيْتُ لَيْلَةَ السَّمَاءِ
السَّائِعَةِ فَتَلَوْتُ قَوْلِي فَنَادَا أَنَا بَعْدِي
وَبَرَقَ وَصَوَّاعِقُ قَالَ فَأَتَيْتُ عَلَى قَوْمٍ
يُظَاهِرُونَ كَالْبُيُوتِ فِيهَا الْكَيْفَاتُ
تَرَى مِنْ حَاوِجٍ يُظَاهِرُونَ قُلْتُ يَا جَبْرِئِيلُ
مَنْ هَؤُلَاءِ قَالَ هَؤُلَاءِ أَهْلُ الزَّيْنَاءِ
رَوَاهُ أَحْمَدُ فِي حَدِيثٍ طَوِيلٍ وَابْنُ
مَاجَةَ عَنْهُمَا وَالْأَصْبَغِيُّ فِي الْفَيْصَالِ

جسیں یہ ہے کہ جس قوم میں زنا اور سوچیل گیا
انہوں نے بغیۃ اللہ کے عذاب کو اپنے اوپر
اتار لیا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ جس قوم میں سوچ
پھیل جائے وہ یقیناً قوطر میں مبتلا ہو جاتی
ہے۔ اور جس قوم میں رشتہ پھیل جائے وہ
مغربیت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
مردی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
محرلج کی رات جب ساتویں آسمان پر پہنچ کر
میں نے اوپر نظر اٹھائی تو میں نے چمک کرک
اور گرج دیکھی، پھر سنا یا کہ میرا کدرا ایک
ایسی قوم پر ہوا جس کے پیٹ مکاؤں کی طرح
(بڑے بڑے) تھے انہیں ساپ بھیجے ہوئے تھے
جو باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے جبریل سے
 دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں جبریل نے جواب
دیا کہ یہ سود خوار ہیں۔ ا مہمان نے حضرت

المسجد خدزی رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
مستراح کی رات آسمان دنیا پر ایسے
آرمین کو دیکھا جن کے پیٹ کو ٹھنڈی کی طرح
پھسلے ہوئے تھے اور جھکے ہوئے تھے۔
آل فرعون کے راستہ میں تہ ہر تہ
ایک دوسرے کے اوپر ڈالنا ہوا تھا
آل فرعون جب صبح و شام جہنم کے سامنے
کھڑے کئے جاتے ہیں تو ان لوگوں کے
اوپر سے روندتے ہوئے گزرتے ہیں
یہ لوگ یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ
یا اللہ قیامت کبھی قائم نہ فرمانا کیونکہ یہ
جانتے ہیں کہ قیامت کے روز جہنم کے
اندر جانا ہوگا۔

(رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ میں نے کہا۔ جبریل یہ کون لوگ ہیں؟
کہا۔ آپ کی امت کے سوداگر ہیں جو کسی
طرح کھڑے ہوں گے جس طرح
ایسا شخص کھڑا ہوتا ہے جس کو شیطان

طریق ابی ہرورن العبدی واسمہ
عمارة بن جویہ و هو رواہ
عن ابی سعید بن الخدری ان
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قال لما عرج بی الی السماء نظر
فی السماء الذین فاذا رجال
بطونهم کما مثال البیوت العظام
قد مالت بطونهم و هم متصدون
علی سابلہ ال فرعون یوقفون
علی النار کل غداة و عشیة
یقولون ربنا لا تقم الساعة
ابد اقلت یا جبریل من
هو لای قال هؤلاء اكلة الربا
من امتک لای یقومون الا
کما یقوم الذی یفعلہ الشیطان
من الممق قال الا صبا فی قوله
(متصدون) ای طرح بعضهم
علی بعض و السابلہ المارة
ای یتوطوهم ال فرعون الذین

نے خلی بنادیا ہو۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ
سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا :
قیامت کے شریب سود ، زنا ، اور
شراب کی کثرت ہو جائے گی ۔

يَعْرِضُونَ عَلَى غَدَاةٍ وَعَشِيٍّ اُتْمَعِي

(۲۲) وَعَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ
يُظْهِرُ الزِّبَا وَالزِّنَا وَالْخُمُورُ وَالْأَقْطَرُ
الْقَطْرِ إِلَى ذُرُوءَاتِهِ رَوَاهُ الصَّحِيحُ

حضرت قاسم بن عبد الواحد راق
نہایتے ہیں کہ " میں نے حضرت عبداللہ
بن ادنی رضی اللہ عنہما کو مراون کے بازار
میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا " اے
مراون ! خوش خری سنو۔ مراون
نے کہا کہ اے ابو محمد اللہ آپ کو جنت سے
سرفراز فرمائے ، آپ ہیں کسی چیز کی
خوش خری دے رہے ہیں۔ حضرت

(۲۳) وَعَنِ الْقَاسِمِ بْنِ

عَبْدِ الْوَاحِدِ الْوَرَّاقِ قَالَ
رَأَيْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فِي السُّوقِ
فِي الصَّيَافَةِ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ
الصَّيَافَةِ الْبُشْرُورِ قَالَ الْوَرَّاقُ
اللَّهُ يَا لِحَنَّةٍ بِمَ تَبْشُرُنَا
يَا مُحَمَّدٌ قَالَ قَالَ

لے اس میں یہ بات غور طلب ہے کہ حدیث کی پیش گوئی کے مطابق آج ربائی کثرت کا شہ
ہو رہا ہے لیکن جس ربائی کثرت ہو رہی ہے۔ مہاجنی ربائی کو تو اب جہاں بھی برا کہتے ہیں
اس سے معلوم ہوا کہ جس ربائی کثرت ان میں حرام کہا ہے وہ تجارتی اور مہاجنی ہر قسم
کے ربائی کا دای ہے ۱۲ منہ۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ أَلْبَشُرُوا بِالسَّارِ
رَوَاهُ الطَّبْرَانِيُّ بِإِسْنَادٍ
لَا بَأْسَ بِهِ.

عبداللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے "تمہیں دوزخ کی خبر
ہو رہی ہے دوزخ کے لئے تیار ہو جاؤ" کیونکہ
سوئے چاندی کی حسرت و فروخت میں
ادھار جائز نہیں، اور صرافہ والے عموماً اٹھا
کھاتا پر ادھار کے معاملات کرتے رہتے
ہیں وہ سوجھے۔

(۲۳) وَرَوَى عَنْ عَوْفِ بْنِ
مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّكُمْ
الَّذِي تَوَبَّ إِلَيَّ لَا تَغْفِرُ
الْغُلُولَ فَمَنْ غُلَّ شَيْئًا
إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَآكَلَ الرِّبَا فَمَنْ أَكَلَ
الرِّبَا بَعِثَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
مَجْنُونًا يَمْخِطُكُمْ مَسْرًا
رَا لِدِينِ يَا كُفُورَ الرِّبَا لَا يَقُومُونَ
إِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِي يَخِطُّهُ

حفتہ رغون بن مالک رضی اللہ
عنه سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "ان گناہوں سے بچو جن کی مغفرت
نہیں ہوتی۔ ایک ان میں سے مال
غنیمت میں جو رسی کرنا ہے۔ جس شخص
نے کوئی چیز بطور خیانت مال غنیمت میں
سے لے لی تو قیامت کے دن اس سے
وہ چیز منگوائی جائے گی۔ سود کھانے
سے بچو۔ اس لئے کہ سود خوار قیامت
میں مجنون اور مضبوط الحواس ہو کر اٹھایا
جائے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے یہ آیت تلاوت فرمائی (جو لوگ

الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ، رَوَاهُ
الطَّبْرَانِيُّ وَالْأَصْبَهَانِيُّ مِنْ حَدِيثِ
أَكْبَسٍ وَلَفْظُهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِي الْوَرِيثَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَخْبِيًّا لَا يَجُوزُ شَفَعُهُ
لَمْ يَفْرَأْ وَلَا يَقُومُونَ إِلَّا كَمَا يَقُومُ
الَّذِي يَخْبُطُهُ الشَّيْطَانُ مِنَ الْمَسِّ
قَالَ الْأَصْبَهَانِيُّ الْمُخْبَلُ الْجُنُونُ

سُور جالتے ہیں، وہ اس شخص کی طرح کھڑے
ہوں گے، جو شیطان سے مست اثر
ہو کر مجنوں الحواس ہو گیا ہو۔ طبرانی اور
اصبہانی نے یہ حدیث حضرت انسؓ سے
ہاں الفاظ روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا
”قیامت کے دن سرد خوار اپنا ہونٹ
گھسیٹتا ہوا تباہ حالت میں آئے گا“ اور
اس کے بعد حضورؐ نے مذکورہ بالا آیت
تلاوت فرمائی۔

(۲۵۱) وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا أَحَدٌ
أَكْثَرُ مِنَ الْوَرِيثِ إِلَّا كَانَ عَاقِبَةُ
أَمْرِهِ إِلَى قِلَّةٍ، رَوَاهُ ابْنُ
مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ وَقَالَ صَحِيحٌ
الْإِسْنَادُ وَفِي لَفْظِهِ قَالَ
الْوَرِيثُ وَإِنْ كَثُرَ فَإِنَّ عَاقِبَتَهُ
إِلَى قِلَّةٍ وَقَالَ فِيهِ أَيْضًا
صَحِيحٌ الْإِسْنَادُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے سود
کے ذریعہ سے زیادہ مال کمایا، انجام
کار اس میں کمی ہوگی۔

فت امام حدیث عبد الرزاق نے معمر
سے نقل کیا ہے کہ معمر نے فرمایا کہ ہم نے
سننا ہے کہ سودی کام پر چالیس
سال گزرنے نہیں پاتے کہ اس پر گھٹا
دھماں آجائے یعنی کوئی مادہ پیش

آتا ہے جو اس کو نقصان پہنچا دیتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا "ایک زمانہ آئے گا کہ کوئی شخص
سود خواری سے بچ بھی گیا تو اس کا غبار
ضرور پہنچ کر رہے گا۔"

ہذا یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ حدیث
کی پیش گوئی کے مطابق سود کا رواج آنا
بڑھا کر بڑے سے بڑا شقی آدمی بھی سود
کے شائبہ یا کسی نہ کسی درجہ میں استعمال
سے نہیں بچ سکتا مگر جو سود اس درجہ
میں عام ہو وہ تجارتی سود ہے مباح جی اور
عرفی سود نہیں اس سے معلوم اور ثابت ہوا
کہ تجارتی سود بھی حرام ہے۔ ۱۳۰

(۲۶) وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِبَيَّانٍ عَلَى
النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَى مِنْهُمْ
أَحَدٌ إِلَّا أَكَلَ التُّبَا فَمَنْ
لَمْ يَأْكُلْهُ صَابَهُ مِنْ عُقَابِهِ
رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَابْنُ مَاجَةَ
بَلَا هُمَا مِنْ رِوَايَةِ الْحَسَنِ
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَاخْتَلَفَ فِي
مَسَامِعِهِ وَالْجَمَاهُورُ عَلَى أَنَّهُ
لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ ۖ

حضرت عبادہ ابن صامت سے
روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا "اُس ذات کی قسم جس کے
قبضے میں میری جان ہے۔ مسیری

(۲۷) وَدَرَوِي عَنْ عُبَادَةَ بْنِ
صَامِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ "وَالَّذِي نَفْسِي

امت کے کچھ لوگ غرور و تکبر اور لعبت
کی حالت میں رات گزاریں گے۔ صبح
کے وقت بندر اور خنزیرین جائیں گے
کیونکہ انہوں نے حرام کو حلال ٹھہرایا
اور گانے والی عورتیں رکھیں اور شراب
پی اور سود کھایا اور ریشم کا لباس
پہنا تھا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اس امت کی ایک جماعت کمانے
پہنے اور نہو لعبت (کیل کوہ) کی حالت
میں رات گزارے گی۔ تو وہ ایسی حالت
میں صبح کرے گی، کہ بندر اور سور کی صورت
میں مسخ ہو گئی ہو۔ اور اسی امت کے
بعض افراد کو خسف زمین میں دھنس
جانے اور قذف (آسمان سے پتھر
برسنے کا) فرر پہنچے گا۔ یہاں تک کہ جب
لوگ صبح کو اٹھیں گے تو آپس میں یوں کہیں گے
کہ آج رات فلاں خانہ زین میں دھنس گیا

يَسْكُنُ لِيَبْيَتَنِي أَنَا نَسْ مِنْ أَمَّتِي
عَلَى أَشْرَوْ بَطِرٍ وَلَعِبٍ وَلَهْوٍ
فَقُضِبُوا قِرْدَةً وَخَنَازِيرٍ بَاتِكُلِّمِ
الْمَخَارِمَ وَاتَّخَذَهُمُ الْقَيْنَاتِ
وَشَرِبَهُمُ الْخَمْرَ وَكَلِمَهُمُ الزُّبَا
وَلَبِسَهُمُ الْحَرِيرَ وَرَوَاةٌ عَنْ اللَّهِ
بْنِ الْإِمَامَةِ أَحْمَدَ فِي رَوَائِدِهِ
(۲۸) وَرَوَى عَنْ أَبِي أُمَامَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَبْيَتُ قَوْمٌ
مِنْ هَذِهِ الْأُمَّةِ عَلَى طَعْمٍ وَ
شَرِبٍ وَلَهْوٍ وَلَعِبٍ فَيُضِبُّوا
قَدْ مُسِخُوا قِرْدَةً وَخَنَازِيرَ
وَلَيُصِيبُهُمْ خُسْفٌ وَقَدْ وَفَّ
حَتَّى يُصْبِحَ النَّاسُ يَقُولُونَ
خُسْفَ الْيَلَّةِ بَنِي فُلَانٍ
وَحُسْفَ الْيَلَّةِ بَنِي فُلَانٍ
وَلَوْ رُسُلُنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةٌ
مِنَ السَّمَاءِ كَمَا أُرْسِلَتْ عَلَى

قَوْمٌ لُوِطٌ عَلَى قَبَائِلَ
فِيهَا وَعَلَى دُومٍ وَلَوْسَنَ
عَلَيْهِمُ الرِّيحُ الْعَقِيمُ
الَّتِي أَهْلَكَتْ عَادًا
عَلَى قَبَائِلَ فِيهَا
عَلَى دُومٍ يَشْرِبُهُمُ
الْخَمْرُ وَلَبِثَهُمُ الْخَرِيرُ
وَارْتَحَادِهِمُ الْقَيْنَاتِ
وَإِكْلِهِمُ الرِّبَا وَقَطِيعَتِهِ
الرَّحِمِ وَخَصَلَتِ نَفْسُهَا
جَعَمَرٌ، رَوَاهُ أَحْمَدُ
مُخْتَصَرًا وَالْبَيْهَقِيُّ
وَاللَّفْظُ لَهُ ۝

اور فلاں کا گھربار زمین میں دھنسا گیا اور
اُن پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں گے
جس طرح قوم لوط پر برسائے گئے تھے۔
اس کے قبائل پر اور گھروں پر اور ان پر نہایت
تیز تند آمد بھی بھیجی جائے گی جس نے قوم حوا
کو نباہ کر دیا تھا۔ اس کے قبائل پر اور گھروں
پر یہ دھنسا لے اور پتھر برسائے گئے عذاب
ان کے شراب پینے اور ریشم پہننے اور سرور
کھانے اور قطع چم کرنے کی وجہ سے ہوگا اور
ایک اور فعلت کی وجہ سے ہوگا، جس کو جعفر
(اسی حدیث کے راوی) بھول گئے ہیں۔ اس
حدیث کو امام احمد نے مختصر ارادیت کیا ہے
یہ الفاظ سہتی گئے ہیں۔

(۲۹) عَنْ عِثْرِ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَعَنَ أَكْلَ الرِّبَا وَمُؤْكَلَهُ
وَكَاتِبَهُ وَمَا نِعَ الْمَدْقَةِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو سونہ لینے والے اور سود دینے
والے پر اور سود لے کر خرید یا حباب لکھنے
والے اور مدقہ (داجہ نہ دینے والے پر لعنت

وَكَانَ يَنْهَى عَنِ التَّوَجُّرِ دَوَاةَ
النَّسَائِيَّ
فرماتے ہوئے سنا اور آپ توجہ
بلند آواز سے مدغم کو منع فرماتے تھے۔

(۳۰) عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ أَحْمَرَ
مَا نَزَلَتْ آيَةُ الرَّبِّ بَوَاوَا أَنَّ
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قُبِضَ وَلَمْ يُقَسِّرْهَا
لَنَا فَدَعَا الرَّبُّوَا وَالزَّيْتَةَ
دَوَاةَ ابْنِ مَاجَةَ وَالذَّارِيَّ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو
آخری آیت نازل ہوئی وہ سورہ کے متعلق
ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس کی پوری تفسیر بیان نہیں فرمائی
تھی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ لہذا سورہ بھی
چھوڑ دو۔ اور ان چیزوں کو بھی چھوڑ دو
جن میں سورہ کا شائبہ ہو۔

ہنا شد :- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول کی پوری تفصیل
و تشریح شروع رسالہ میں گذر چکی ہے۔ جس میں بتلایا گیا ہے کہ حضرت فاروق اعظم
کا یہ ارشاد سورہ و ربوا کی اس خاص صورت سے متعلق ہے جو ربوا کے معنی میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے اضافہ ہوئی ہے یعنی چھ چیزوں کی باہمی بیچ و شمار
میں کمی بیشی یا ادھار کرنے کو سورہ قرار دیا ہے جیسا کہ بعد کی حدیث ۳۱، ۳۲، ۳۳
میں یہ مضمون آ رہا ہے۔

اس میں یہ اشتباہ رہا کہ ان چھ چیزوں کے حکم میں دوسری اشیاء داخل
ہیں یا نہیں، اور اگر ہیں تو کس علت اور کس ضابطہ سے۔

باقی ربوا کا وہ متعارف مفہوم جو نزولِ قرآن سے پہلے بھی نہ مرن سمجھا

جاتا تھا بلکہ عرب میں اس کے معاملات کا عام رواج تھا۔ نہ اس میں کوئی اہتمام
 و اشتباہ تھا، نہ اس میں فاروق اعظمؓ یا کسی دوسرے صحابی کو کبھی کوئی تردد
 پیش آیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
 سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا: "سونے کو سونے کے بدلہ میں
 صرف اس صورت سے بیچو جب برابر ہو
 اور اس میں بعض کو بعض پر زیادہ نہ کرو،
 اور چاندی کو چاندی کے بدلہ میں صرف اس
 صورت میں بیچو جب برابر ہو اور اس میں
 بعض کو بعض پر زیادہ نہ کرو اور ان میں
 سے کسی غیر موجود چیز کو موجود کے بدلے میں
 نہ بیچو۔ یعنی ادھار فروخت نہ کرو۔"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ
 سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا، کہ سونے کا مبادلہ سونے سے،
 چاندی کا مبادلہ چاندی سے، گہیوں کا
 گہیوں سے، جو کا جو سے، چھوڑے کا
 چھوڑے سے، نمک کا نمک سے،

(۳۱) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَبِيعُوا الذَّهَبَ
 بِالدَّهَبِ إِلَّا مِثْلًا بِمِثْلٍ وَلَا
 تَشْفُوا بَعْضُهَا عَلَى بَعْضٍ وَلَا
 تَبِيعُوا الْوَرِقَ بِالْوَرِقِ إِلَّا مِثْلًا
 بِمِثْلٍ وَلَا تَشْفُوا بَعْضُهَا عَلَى
 بَعْضٍ وَلَا تَبِيعُوا مِنْهَا غَائِبًا
 بِمَا حِزَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ ۝

(۳۲) عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ
 قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّذْهَبُ
 بِالدَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ
 وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ
 بِالشَّعِيرِ وَالنَّمْرُ بِالنَّمْرِ وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ

برابر برابر اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا
چاہیے۔ جس شخص نے زیادہ دیا، یا زیادہ
طلب کیا، تو اس نے سودی معاملہ کیا لینے
والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رحمہ
مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
سونے کا مبادلہ سونے سے، چاندی
کا چاندی سے۔ گہوں کا گہوں سے بحر
کا جو سے۔ چھوڑے کا چھوڑے
سے، نمک کا نمک سے، برابر برابر
اور ہاتھ در ہاتھ (نقد) ہونا چاہیے۔
اور جب یہ اصناف بدل جائیں یعنی
گہوں کا جو سے اور سونے کا چاندی
سے مبادلہ کیا جائے تو جس طرح
چاہو خرید و فروخت کرو لیکن
یہ خرید و فروخت بھی ہاتھ در ہاتھ
(نقد) ہونی چاہیے۔

امام شیبہؒ فرماتے ہیں کہ رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ

مِثْلًا بِمِثْلٍ مِّدًا بِمِدٍ
فَمَنْ زَادَ أَوْ اسْتَزَادَ
فَقَدْ آمَرَ بِی الْأَخْذَ وَالْمُحِيطَ
فَمِنْهُ سَوَاءٌ رَوَاهُ مُسْلِمٌ
(۳۳۱) عَنْ عَبْدِ كَعْبٍ
الْمَدَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَ
الْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ وَالْبُرُّ
بِالْبُرِّ وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ
وَالشَّمْرُ بِالشَّمْرِ وَالْبَلَحُ
بِالْبَلَحِ مِثْلًا بِمِثْلٍ
سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ مِدًا بِمِدٍ
فَإِذَا اخْتَلَفَ هُنَاكَ
الْأَصْنَافُ فَبِيعُوا كَيْفَ
شِئْتُمْ إِذَا كَانَ مِدًا بِمِدٍ
رَوَاهُ مُسْلِمٌ ،

(۳۳۲) عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَتَبَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ إِلَى أَهْلِ نَجْرَانَ وَهُمْ
نُصَارَى أَنْ مَنْ بَاعَ مِنْكُمْ
بِالزَّبَا خَلَا ذِمَّةَ لَهُ (كَتَبُوا)
الْعَمَالُ بِوُضْءِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَلَيْهِ

اہل نجبران کو ایک فرمان بھیجا جس میں
تحریر فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص زبا
کا کاروبار کرے گا وہ ہمارا ذمی ہو کر
نہیں رہ سکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام کا قانون رہا پوری مملکت کے سب لوگوں پر حاوی تھا۔
(۳۵) عَنِ النَّبَوَاءِ بْنِ عَمْرٍو
وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ قَالَا سَأَلْنَا
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ وَكُنَّا تَا حِوْرَيْنِ فَقَالَ
إِنْ كَانَ مَيْدًا بَيْدٍ فَلَا بَأْسَ
وَلَا يَمْلُحُ نَيْسِيَّةً رَكَوْزٍ مَزْ
عَبْدُ التَّوَزَّاقِ فِي الْجَامِعِ (۳۶)

حضرت ہزار بن عازبؓ اور زید
بن ارقمؓ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم تاحبر
تھے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سے (اپنے کاروبار کے متعلق) سوال
کیا، آپؐ نے فرمایا کہ اگر معاملہ
دست بدست ہو تو مضائقہ نہیں مگر
ادھار پر یہ معاملہ جائز نہیں۔

یہ سوال بظاہر دو مختلف جنسوں کو باہم محرم و محرم فروخت کرنے کے متعلق تھا
جیسا کہ دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳۶) عَنِ امْرَأَةٍ أَيْ سَفِيَّانَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَتْ سَأَلْتُ
عَلِيَّ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا
فَقُلْتُ يَغْتَرُّ زَيْدٌ بِنِ أَرْقَمٍ
جَارِيَةً إِلَى الْعُطَاةِ بِثَمَانِيَةِ

حضرت ابوسفیانؓ رضی اللہ عنہ
کی زوجہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ
رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، کہ میں نے
حضرت زید بن ارقمؓ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ
اپنی ایک کیز (مراکزی) عطار ملنے کے

وَابْتَغُوا مِنْهُ لِيَسْتَمَاتِيَهُ
فَمَا لَيْتَ عَاشِيَةً رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا بِئْسَ وَاللَّهُ
مَا اشْتَرَيْتَ أَبْلَغِي
مَنْ يَدَ بَيْنَ أَرْقَمَ أَتَهُ
فَتَدُ أَبْطَلَ جَهَادَهُ
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِلَّا أَنْ يَتُوبَ
فَمَا لَيْتَ أَفْرَأَيْتَ
لَنْ أَحْذَنْتَ رَأْسَ
مَالِي وَمَا لَيْتَ
لَا بَاسَ مَنْ جَاءَكَ
مَوْعِظَةٌ مِنْ رَبِّهِ
فَنَاسَتْهُ فَنَلَهُ
مَا سَلَفَ وَرَأَتْ
تَبَتُّمْ فَنَلَكُمْ
رَوْسُ أَمْوَالِكُمْ
رَكْنًا لِعَمَالٍ بَرٍّ عَدْلٍ زَكَاةٍ

وقت تک) ادھر آپ پر آٹھ سو روپے میں فروخت
کی اور پھر یہی کینز ان سے چھ سو روپے میں
خرید لی (جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گویا چھ سو
روپے مشرب دے کر مجاہد مقررہ پر آٹھ سو
روپے کی مستحق ہو گئی۔ دوسو روپے لفع کے
مل گئے) حضرت عائشہ نے فرمایا کہ خدا کی
قسم! تم نے نہایت برا معاملہ کیلئے زمین
ا رقم کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ تم نے یہ (سودی
معاملہ کر کے) اپنا جہاد ضائع کر دیا (جو تم نے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا تھا
زوجہ ابوسفیان نے عرض کیا، تو یہ بتلائیے
کہ اگر میں ان سے صرف اپنا اس المال یعنی
چھ سو روپے لے لوں، باقی چھوڑ دوں تو
کیا گناہ سے بری ہو جاؤں گے۔ حضرت
عائشہ نے فرمایا، کہ ہاں جس شخص کو اس
کے رب کی طرف نصیحت پہنچ جائے اور وہ
اپنے گناہ سے باز آجائے تو پھر گناہ معاف
ہو جائے اور قرآن میں اس کا فیصلہ فرما
موجود ہے کہ جس نے سودی معاملہ کر لیا ہو

فی الجامع وابن ابی حاتمہ ۲۳۳

(۳۷) عَنْ ابْنِ عَمْرٍو رَضِيَ

اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ دَجْلًا قَالَ

لَهُ إِنِّي أَقْرَضْتُ رَجُلًا

فَرَضْتُ أَخَا هُدًى لِي

هَدِيَّةً قَالَ فَبِهِ

مَكَانَهُ هَدِيَّةً أَوْ

أَحْسَبُهَا لَهُ مِمَّا عَلَيْهِ

(كتاب من عبد الوذاق

فی الجامع صفحہ ۲۳۳

حیلہ (۲)

(۳۸) عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ إِذَا أَقْرَضْتَ خَدَمَكَ

أَحْصَا قَرْضًا فَأَهْدِ

إِلَيْهِ طَبْعًا فَلَا يَقْبَلُهُ

أَوْ حَمَلَهُ عَلَى دَابَّتِهِ

فَلَا يَكُوبُهَا إِلَّا أَنْ يَكُونَ

اس کو اصل اس المال میں گزاریا نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے منقول ہے

کہ ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں نے ایک

شخص کو قرض دیا تھا۔ اس نے مجھے ایک ہیر

پیش کیا تو یہ میرے لئے حلال ہے عبداللہ

ابن عمرؓ نے فرمایا کہ یا تو اس کے ہدیہ کے بدلہ

میں تم بھی کوئی ہیر اس کو دے دیا پھر

اس ہیر کی قیمت ان کے قرض میں مجرا کر دو

یا ہیر واپس کر دو (دوسری ہے کہ ایسا

ہو سکتا ہے کہ اس نے قرض کے بدلہ میں

یہ ہدیہ دیا ہو۔)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کہ تم کسی بھائی کو سترض دو پھر وہ تمہیں

کوئی طبق کھانے وغیرہ کا بطور ہیرہ پیش

کرے تو اس کا ہیرہ قبول کر لیا وہ اپنی

سواری پر تمہیں سوار کر لے تو سوار نہ ہو

بجز اس صورت کے کہ سترض دینے سے

سے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر سود دینے والا اس پر راضی بھی ہو تب بھی سود جائز نہیں

ہوتا۔ اس میں تراویحی طریقہ کافی نہیں ۱۲ منہ ۳

جَرِي بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ
مِثْلُ ذَٰلِكَ -

(ابن ماجہ باب
الْفُرْصِ وَسُنَنِ بَيْهَقِي)

پہلے بھی ان دونوں میں اس طرح کے
معاملات ہدیہ لینے دینے کے جاری ہوں
تو ہدیہ لینا جائز ہے (کیونکہ اس صورت
میں یہ واضح ہے کہ یہ ہدیہ قرض کی وجہ سے
نہیں دیا گیا)

(۳۹) عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ
سَيُورٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ
كَعْبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَهْدَى إِلَى عُمَرَ بْنِ
الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
مِنْ تَمْرَةٍ أَمْضِيَةٍ
فَنَزَذَهَا فَفَتَا أَلْجُتْ
لِمَزْدَكُوتٍ هَدِيَّتِي
وَقَدْ عَلِمْتُ أَنِّي مِنْ
أَطْيَبِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ
تَمْرَةً خُذْ عَنِّي مَا تَرُدُّ
عَلَى هَدِيَّتِي وَكَانَ عُمَرُو اسْلَفَهُ عَصْرَةً

محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ حضرت
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق
عظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنے باغ کا پھل
بطور ہدیہ بھیجا، حضرت فاروق اعظم نے
واپس کر دیا۔ ابی بن کعب نے شکایت کی۔
اور عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ میرے باغ
کا پھل سارے مدینہ میں لطیف و افضل ہے
یعنی ظاہری عمدگی کے اعتبار سے یا مال
قیمت پرانے کے اعتبار سے، پھر آپ نے اس
کو کیوں رد کیا، اس کو واپس لیجئے۔ بعض
روایات میں ہے کہ حضرت فاروق عظم نے
ابی بن کعب کو دس ہزار درہم فسخ

سے ظاہر ہے کہ اس زمانہ میں دس ہزار کی رقم کوئی معمولی رقم نہ تھی جس کو کبھی مصیبت کے دفع
کرنے کے لئے لایا جاتا ہو بلکہ تجارتی قسم کا سود معلوم ہوتا ہے ۱۲ منہ -

الْأَلِفِ دُرُّهُمَا كَنْزٌ
مِنْ مَرْجَانِ دِي وَ مُسْلَمٌ
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ أَقْفَى
الْجَامِعِ مَشْهُورٌ ج ۱۳

دیئے تھے ، خطرو یہ ہوا کہ کہیں یہ ہدیہ
اس سترش کے عوض میں نہ ہو۔ بعد میں
ابی بن کعب کی یقین دہانی اور ان کے سابقہ
معاملات پر نکتہ ثانی فرما کر فاروق عظیم
نے قبول فرمایا۔ جیسا کہ اوپر حضرت
انسؓ کی حدیث میں ایسی صورت کو مستثنیٰ
ستہر دیا ہے جس میں سترش لینے اور
دینے والے کے درمیان پہلے سے ہدیہ
دینے کا رواج تھا، اور یہی وجہ ہے کہ فاروق
عظیمؓ پر قبول ہدیہ کا اصرار کرنے کے باوجود
حضرت ابی بن کعبؓ کا خود بھی فتویٰ یہی ہے
کہ جس شخص کے ذمہ اپنا سترش ہو، اس
سے ہدیہ قبول کرنا درست نہیں، جیسا کہ
روایت نمبر ۸۴ سے واضح ہے۔

اور حضرت ابی بن کعبؓ رضی
اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم کسی
کو قرض دو پھر وہ تم کو کچھ ہدیہ دے
پس اپنا قرض لے لیا کرو، اور ہدیہ
لوٹا دیا کرو۔

وَعَنْ أَبِي بَنْ كَعْبٍ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِذَا اقْرَضْتَ
رَجُلًا قَرْضًا فَأَتَاكَ هَدِيَّةً لَكَ
هَدِيَّةً فَخُذْ قَرْضَكَ وَكُلْ وَدَعْ
الْبَيْتَ هَدِيَّةً لَكَ كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ
عندہ فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو قرض
دے تو اس کا ہدیہ گوشت کا یا عاریۃ اس کی
سواری کو قبول نہ کرو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت
کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا، جو قرض کوئی نفع پیدا
کرتے وہ کرنا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل
کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک
کرنا چاہتے ہیں تو ان میں ربا یعنی سودی کاروبار

(۴۱) عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا
اسْتَلَفْتَ رَجُلًا سَلَفًا لَا تَقْبَلُ
مِنْهُ هَدِيَّةَ كِرَاجٍ أَوْ عَارِيَّةَ
وَكُؤُوبٍ دَابَّةٍ ذَكْوَةٍ فِي الْكَنْزِ
بِرِمْزٍ عَبْدُ الرَّزَّاقِ فِي الْجَامِعِ ۳۳
(۴۲) عَنْ أَمِيْنٍ لَهُوَ مَسْنِيْن
عَلِيٍّ رَضِيَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ قَرْضٍ جَوْرٌ
مَنْفَعَةٌ فَلَوْ رُبَا ذَكْوَةٌ فِي الْكَنْزِ
بِرِمْزٍ حَارِثُ بْنُ أَبِي أُسَامَةَ فِي
مَسْنَدٍ مِثْلُهُ فِي الْجَامِعِ الصَّغِيرِ
وَكَلَّمَ عَلَى اسْنَادِهِ فِي قَيْصِ
الْقَتْمِيَّةِ وَلَكِنْ شَارِحَةُ الْعَزْزِي
قَالَ فِي السِّرَاجِ الْمُنِيرِ قَالَ الشَّيْخُ
حَدَّثَنِي حَسَنٌ بَعِيْرُهُ :

(۴۳) إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ
هَلَاكًا فَشَىٰ فِيهِمُ الرِّبَا فَوَيْ عَن
عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ رَكْنُ مَرْمَزٍ
مَسْنَدُ الْبُخَارِيِّ فِي الْمَدِينَةِ ۳۴

پھیل جاتا ہے۔

(۴۴) عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
أَنَّهُ خَطَبَ نَعْتَالِ إِيَّكُمْ
تَزْعُمُونَ أَنَا لَا نَعْلَمُ
أَبْوَابَ الرِّبَا وَلَٰنَ أَكُونُ
أَعْلَمُهَا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ
يَكُونُ لِي مِصْرٌ وَكُوْدُهَا
وَلَا مِنْهُ أَبْوَابٌ
لَا تَخْفَى عَلَيَّ أَحَدٌ مِنْهَا
السَّلَامُ فِي السَّنَةِ وَأَنْتَ
تُبَاعُ الشَّمْرَةُ وَهِيَ
مَعْصِفَةٌ لِّمَا تَطْبِقُ وَأَنْتَ
تُبَاعُ الْمَذْهَبُ بِالْوَرِقِ
نَسَاءٌ ذَكَرَهُ فِي الْكَنَزِ
بِرَمَزِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَقْرَبُ
الْجَمَاعَةِ وَعَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ (۳۳)

حضرت فاروق عظیمؓ نے ایک روز
خطبہ دیا جس میں فرمایا کہ تم لوگ یہ سمجھتے
ہو کہ ہم ابوابِ ربا کی قسمیں نہیں جانتے
اور بلاشبہ اگر مجھے اقسامِ ربا کی پوری
حقیقت معلوم ہو جائے تو وہ اس سے زیادہ
محبوب ہے کہ پوری سلطنتِ مصر اور متعلقات
مصر کی مجھے حاصل ہو لیکن اس کے یہ معنی
نہیں کہ ربا کی حقیقت بھی ہم ہے۔ کیونکہ
ربا کی بیت سی اقسام ایسی ہیں جو کسی پر مخفی
نہیں منجھان کے ایک قسم ربا کی یہ ہے کہ
جالوروں میں بیعِ سلم (بدھنی کی جائے اور
ایک یہ ہے کہ بھلوں کی بیع اُن کے کچھڑا
ہونے کی حالت میں کہنے سے پہلے کر دی
جائے اور یہ کہ سونے کو چاندی کے بدلے
میں ادعا پر فروخت کیا جائے۔

(۴۵) عَنْ الشَّعْبِيِّ قَالَ

حضرت شعبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت

عہ اس سے واضح ہو گیا کہ فاروق عظیمؓ نہ سکا تو وہ مطلق مفہومِ ربا میں نہیں بلکہ اس خاص
ربا میں جو عرب میں پہلے معروف نہ تھا۔ حدیث سے معلوم ہوا ۱۲ منہ

تَالْعَمَرِ مَرْكَأً تَسْعَةً أَعْتَارِدَ
الحَسَلَالِ مَخَافَةَ الزُّبُودِ اذْكُرْهُ
فی الکُنُوزِ مَوْعِدِ الزَّزَاقِ فِی الْجَامِعِ
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا
کہ ہم نے تو سے فی صدی ملال کو روکا
خوف سے چھوڑ رکھا ہے۔
صفحہ ۲۳۱ جلد ۲

اس روایت اور اس سے پہلی روایت سے یہ واضح ہو گیا کہ فاروق اعظم
رضی اللہ عنہ نے جو اس پر اظہارِ انوس کیا کہ آیاتِ حرمت سودنازل ہونے
کے بعد ہمیں اتنی جہلت نہ لی کہ روای کی پوری تشریحات رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے معلوم کر لیتے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں
کہ تبرا کا مفہوم عرب کے نزدیک بہم یا مجمل تھا، بلکہ مطلب صرف یہ
ہے کہ اس کی ان اقسام کی تشریحات میں کچھ ابہام رہ گیا، جن کو رسول کریم صلی
اللہ علیہ وسلم نے مفہوم ربامیں داخل فرمایا ہے۔ قرض پر نفع لینے کا رواج جو
قرآن میں مذکور ہے اس میں کوئی ابہام و اجمال نہیں

(۴۶) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ
سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَكُونُ
لَهُ الْعَقْدُ عَلَى رَجُلٍ
إِلَى آخِلٍ فَيَقُولُ سَعَجِلَ
بِي وَأَنَا أَصْعَمُ عَنْكَ
لَأَبْأَسَ مِنْ ذَلِكَ وَإِنَّمَا
حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی
اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان سے جی شخص
نے سوال کیا کہ کسی شخص کے ذمہ کسی کا
کوئی قرض ہو اور وہ میعاد مقرر سے
پہلے یہ کہے کہ میرا دہریہ آپ نفعت
دے دیں تو میں اپنے قرض کا کوئی
حصہ چھوڑ دوں گا۔ ابن عباس نے

الزَّوْبَا حُرِّى وَ اَنَا
 اَرِيْئِدُكَ وَلَيْسَ عَجَلُ
 لِيْ وَ اَنَا اَضَعُ لَكَ
 (کنز بر مزابین
 اپنی شیبہ)
 نہیں کہ میعاد سے پہلے دے دو تو اتنی رستم کم کر دوں گا۔
 فرمایا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں،
 رہا تو اس میں ہے کہ کوئی شخص یہ کہے
 کہ مجھے میعاد مقرر سے مزید ہدایت
 تشریح میں دے دو تو میں ہمتیں
 اتنی رستم زیادہ دوں گا۔ اس میں رُبا

(۴۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ
 رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ
 لَا تَشَارِكْ يَهُودِيًّا وَلَا
 نَصْرَانِيًّا وَلَا مَجُوسِيًّا قِيلَ
 وَلِمَ قَالَ لَا تَشَارِكْ يَهُودِيًّا
 وَالزَّوْبَا لَا يَحِلُّ رُكْنُ بَرْمَز
 حضرت عبداللہ ابن عباس
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی یہودی
 نصرانی یا مجوسی کے ساتھ شرکت
 کا کاروبار نہ کرو، لوگوں نے وجہ دریافت
 کی تو منبرمایا کہ یہ لوگ رہا کے معاملات
 کرتے ہیں اور رہا حلال نہیں۔
 عبداللہ ذاق فی الجحائم ۳۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ سود
 خواروں کے ساتھ کاروبار میں شرکت کرنا بھی حرام ہے۔

ارادہ یہ کیا تھا کہ سود کی حرمت سے متعلق ایک چھل حدیث جمع
 کر دی جائے۔ جمع کرنے کے وقت چالیس سے بھی زیادہ احادیث
 جمع ہو گئیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات قرآن کریم کی تفسیر ہوتے ہیں۔
 ان ارشادات کے مجموعہ پر جو شخص دیانت داری کے ساتھ نظر ڈالے گا اس کے
 سامنے سے وہ سب شبہات دور ہو جائیں گے جو آج کل عام طور پر مسئلہ
 سود کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں اور شروع رسالہ میں ان کے جوابات
 بھی لکھے گئے ہیں یہاں پر مسئلہ سود کے پہلے حصے کو ختم کرتا ہوں دوسرے حصے
 اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی تو بعد میں لکھے جاویں گے۔ واللہ الموفق والمعين۔
 بِسْمِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ شَفِيعٌ عَفَا اللَّهُ عَنْهُ

ضمیمہ متعلقہ ص ۳۱

صحیح بخاری باب بدء الوحی میں ابوسفیان کی مرکز دہلی میں تجارت عرب کے ایک قافلہ کا ذکر
 ہے کہ وہ ہر قافلہ قصیر و دم کے دربار میں پیش ہوا۔۔۔ اس قافلہ کے متعلق فتح الباری میں بروایت
 ابن اسحاق ابوسفیان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر قافلہ کے دو بادیں انہوں نے یہ بیان دیا کہ:-
 ”ہم ایک تجارت ہمیشہ قوم ہیں مگر عرب کی قبائلی جنگوں کی وجہ سے
 راستہ ناموں نہیں تھا، جب حدیبیہ کی صلح کا معاہدہ ہوا تو ہم ملک شام کی
 طرف تجارت کے لئے نکلے۔۔۔ اور خدا کی قسم میرے علم میں نہ کہ کا کوئی فرد مر دیا
 عسکت ایسا نہیں جس نے اس تجارتی قافلے میں حصہ نہ لیا ہو فتح الباری ص ۱۱

۱۔ الحمد للہ کہ اس رسالہ کی طبع ثانی کے وقت رسالہ تقسیم دولت کا اسلامی نظام
 اور بلا سود بینک کاری۔۔۔ ہمیشہ زندگی۔۔۔ پراویڈنٹ فنڈ اور احکام القمار
 طبع ہو چکے ہیں۔ اور مسئلہ سود کا دوسرا حصہ مولوی محمد تقی سلمہ نے مکمل کر لیا ہے جو
 اگلے صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے ۱۲ منہ

حصہ دوم

تجارتی سود

عقل اور شرع کی روشنی میں

مؤلف

مولانا محمد تقی عثمانی

حرف آغاز

لِلْحَمْدِ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

کافی عرصہ ہوا جناب یعقوب شاہ صاحب آڈیٹر جنرل پاکستان نے "سورے متعلق چند سوالات" کے نام سے ایک سوال نامہ مرتب کیا تھا، جس میں انہوں نے مختلف علماء کرام کے سامنے اپنے وہ مشکلات پیش کئے تھے جو انہیں تجارتی سود کی حرمت پر پیش آئے، انہوں نے مبلغ جستجو اور تحقیق و تفتیش کرنے کے بعد اپنے وہ تمام نکات اس سوال نامے میں لکھ دیئے تھے جن کے تحت وہ یہ سمجھتے تھے کہ تجارتی سود حلال ہونا چاہیے۔

اس سوال نامے کی ایک کاپی میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہم العالی کے پاس بھی آئی۔ یہ سوال نامہ عرصہ تک والد صاحب مدظلہم کے پاس رکھا رہا اور آپ اس پر ہجوم مشاغل کے سبب کچھ تحریر نہ فرما سکے۔ اس کے پورے عرصے بعد جناب ہاجر القادی (مدیر فاران کراچی) نے اسی مسئلہ پر ایک اور کتاب والد صاحب مدظلہم کو بھجوانے کے لئے

دی، جو ادارہ ثقافت اسلامیہ کے رفیق جناب محمد جعفر شاہ صاحب پھلوا رو سی کی تالیف کردہ تھی، اس کا ایک جزء جناب یعقوب شاہ صاحب کا سوال نامہ بھی تھا، اور پھر جناب جعفر شاہ صاحب نے اسی کے جواب میں تجارتی سود کی نفی حیثیت سے بحث کی تھی۔ اونیہ ثابت کرنا چاہا تھا کہ تجارتی سود حرام نہیں۔

یہ کتاب بھی کافی دنوں تک والد صاحب قبلہ کے پاس رکھی رہی اور بے شمار مصروفیات کے سبب والد صاحب اس پر بھی کچھ تحریر نہ فرما سکے، بالآخر یہ دونوں چیزیں احقر کو عنایت فرمائیں اور حکم دیا کہ اس پر میں کچھ لکھوں، علمی بے ماری کے باوجود تعمیل حکم کے لئے احقر نے اپنی بساط کے مطابق غور و فکر اور تحقیق کر کے کچھ لکھ دیا۔ اب یہ موصوف کی نظر ثانی اور اصلاح و ترمیم کے بعد آپ کے سامنے ہے۔

یہاں یہ واضح رہے کہ آج کل دنیا میں سود کی دو صورتیں معدوم ہیں۔
(۱) مہاجنی سود، جو کسی وقتی اور شخصی ضرورت کے واسطے لئے ہوئے قرض (usury) پر لیا جائے۔
(۲) تجارتی سود، جو کسی نفع آدر (productive) کام کے واسطے لئے ہوئے قرض پر لیا جائے۔

قرآن و حدیث کی نصوص اور اجماع امت سود کی ہر قسم اور ہر شعبے کو سخت ترین حرام قرار دیتے ہیں، اور پہلی قسم کو تو سود کو ملال قرار دینے والے حضرات بھی حرام ہی کہتے ہیں، محترم یعقوب شاہ صاحب اور محمد جعفر شاہ صاحب پھلوا رو سی کو سود کی جس صورت کے حرام ہونے میں شبہ ہے وہ سود کی دوسری صورت یعنی تجارتی سود ہے۔ اس لئے

ہم بھی اپنے اس مقالہ میں تجارتی سود ہی سے بحث کریں گے۔ مہاجنی سود ہمارے
موضوع بحث سے خارج ہے۔

ان صفحات میں اُن دلائل کا جائزہ لینا مقصود ہے جو تجارتی سود کے جواز
پر پیش کئے گئے ہیں واللہ المستعان !!

محمد تقی عثمانی

فقہی دلائل

پہلے ان دلائل کو لیجئے جو تجارتی سود کو جائز قرار دینے والے حضرات فقہی زاویہ نگاہ سے پیش کرتے ہیں، ان حضرات کے دو گروہ ہو گئے ہیں، بعض تو وہ ہیں جو اپنے استدلال کی بنیاد اس بات پر رکھتے ہیں کہ تجارتی سود عہد رسالت میں رائج تھا یا نہیں۔ اُن کا کہنا یہ ہے کہ قرآن کریم میں حرام سود کے لئے ”والتبوا“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس سے مراد سود کی وہ مخصوص شکل ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ سے پہلے عہد جاہلیت میں رائج تھی۔ ظاہر ہے کہ قرآن کریم کے بلا واسطہ مخاطب اہل عرب ہیں، ان کے سامنے جب ”التبوا“ کا ذکر کیا جائے گا تو مراد وہی ”تبوا“ ہوگا جو ان کی نگاہ میں جانا پہچانا و معروف ہو، اور جب ہم اس زمانے میں سود کی مروجہ صورتوں میں جستجو کرتے ہیں، تو ہمیں کہیں تجارتی سود کی شکل نہیں دکھائی دیتی، تجارتی سود اہل یورپ کی ایجاد ہے اور صنعتی انقلاب کے بعد جب صنعت و تجارت کو فروغ نصیب ہوا ہے اس وقت تجارتی سود (COMMERCIAL INTEREST) کا لین دین شروع ہوا ہے لہذا جن آیات سے سود کی حرمت معلوم ہوتی ہے ان سے تجارتی سود کے حرام ہونے پر استدلال صحیح نہیں ہم پہلے اسی گروہ کے اس استدلال کا جائزہ لیتے ہیں :-

ہماری نظر میں ان حضرات کا یہ استدلال بہت سسطی ہے، اس لئے کہ ان حضرات نے اپنی اس دلیل کی اس عبارت کو دو ہی ستونوں پر کھڑا کیا ہے، ایک تو یہ کہ ”والتبوا“ سے مراد ”تبوا“ کی وہی شکل و صورت ہے جو زمانہ رسالت میں رائج تھی، اور دوسرے یہ کہ تجارتی سود اس زمانے میں رائج نہیں تھا، اور ان ستونوں کو ذرا سی توجہ سے ٹھونک

بجا کر دیکھئے تو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ یہ دونوں کھو گئے ہیں۔

افل تو یہ بات ہی بے وزن ہے کہ وہ دہوا کی جو شکل و صورت عہد جاہلیت میں رائج نہ ہو وہ حرام نہیں، اس لئے کہ اسلام کسی چیز کو حرام یا حلال قرار دیتا ہے تو اس کی ایک حقیقت سامنے ہوتی ہے۔ اسی پر احکام کا دار و مدار ہوتا ہے۔ شکل و صورت کے بدلنے سے احکام میں کوئی فرق نہیں آتا، قرآن نے "الخمور" (شراب) کو حرام قرار دیا ہے، زمانہ نبوت میں وہ جس شکل و صورت کے ساتھ معروف تھی اور اس کے بنانے کے جو طریقے رائج تھے وہ سب بدل گئے مگر چونکہ حقیقت نہیں بدلی، اس لئے حکم بھی نہیں بدلا، ڈبکستور حرام رہی۔ "الفخشاء" (بدکاری) کی صورتیں اس زمانے میں کچھ اور تھیں آج کچھ اور ہیں، زمین و آسمان کا تفاوت ہے مگر بدکاری بدکاری ہی ہے۔ اور قرآن کے وہی احکام اس پر نافذ ہیں۔ سود اور قمار کا بھی یہی حال ہے، اس زمانے میں اس کی جو شکل و صورت معروف تھی، آج اس سے بہت مختلف صورتیں رائج ہیں، مگر جس طرح مشینوں اور سائنٹیفک طریقوں سے کشیدگی ہوئی شراب شراب ہے، اور سیٹاؤں اور کپڑوں کے ذریعہ پیدا کی ہوئی آسنائیاں اور ان کے نتیجے میں بدکاریاں، بدکاریاں ہی ہیں تو اگر سود اور قمار کو نئی شکل دے کر جنگلگ یا لاٹری کا نام دیدیا جائے تو اس سے اس کے احکام کیوں بدلیں؟ یہ تو ایسا ہی ہو گیا جیسے کسی ہندوستانی ماہر موسیقی نے عرب کے بندوں کا گانا سن کر کہا تھا کہ قربان جائیے اپنے بھائی کے انہوں نے ان لوگوں کا گانا سنا اس لئے حرام قرار دے دیا، یہ بے شک حرام ہی ہونا چاہیے، اگر باور کا گانا سنتے تو کبھی حرام نہ کہتے۔

قرآن نے جو سود کی حرمت کا حکم دیا ہے اُسے احتیاجی اور صرفی سود کے

ساتھ مخصوص کرنے کی حیثیت بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

پھر اس دلیل کا دوسرا
کیا تجارتی سود عہد رسالت میں رائج نہ تھا؟ | مقدمہ بھی درست نہیں

کہ "کمرشل انٹرنٹ" عہد جاہلیت میں رائج نہ تھا۔ یہ کہنا دراصل تاریخ اور روایات سے نادانیت پر مبنی ہے۔ جاہلیت عرب اور پھر اسلامی دور کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے کے بعد یہ بات بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں سود کا لین دین صرف اجنبی اور صرف قرضوں پر نہیں تھا بلکہ تجارتی اغراض اور نفع بخش مقاصد کے لئے بھی مقررہ لئے اور دیئے جاتے تھے۔ ذرا ان روایات کو خوب غور سے دیکھئے :-

۱) کانت بنو عمرو بن عاصم	جاہلیت کے زمانے میں بنو عمرو بن
یاخذون الربوا من بنی المخیرة و	عامر بنو مغیرہ سے سود لیتے تھے اور بنو
کانت بنو المخیرة یؤیون لہم فی	مغیرہ انہیں سود دیتے تھے چنانچہ
الحیاہلیۃ فجاء الاسلام ولہم	جب اسلام آیا تو ان پر ایک بھاری
علیہم مال کثیر۔	مال واجب تھا۔

(در منثور بحوالہ ابن جریر عن ابن جریج ص ۳۶۶ جلد اول)

اس روایت میں عرب کے دو قبیلوں کے درمیان سودی لین دین کا ذکر کیا گیا ہے، یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ان قبیلوں کی حیثیت تجارتی کمپنیوں جیسی تھی۔

عہ خلیفہ وقت نے مرتے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ: "بنی ثقیف پر جو میری سود کی رقم ہے اسے بھی بغیر لے نہ چھوڑنا" ترجمہ سیرت ابن ہشام ص ۲۲۰ ج ۱ اول) انہیں مفروض ایک قبیلہ پر جو شخصی یا ذاتی غرض سے ہرگز قرض نہیں لے سکتا بقینا اس کی حیثیت بھی قرضوں کی سی ہے ۱۲ (تحریر نقی عثمانی)۔

ایک قبیلے کے افراد اپنا مال ایک جگہ جمع کر کے اجتماعی انداز میں اس سے تجارت کیا کرتے تھے، پھر یہ قبیلے اچھے خاصے مالدار بھی تھے، اب آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ کیا دو مال دار قبیلوں کے درمیان سود کا مسلسل کاروبار کسی ہنگامی ضرورت کے لئے ہو سکتا ہے ؟ یقیناً یہ لین دین تجارتی بنیادوں پر تھا۔

اس دلیل پر جناب یعقوب شاہ صاحب نے دسمبر ۱۹۷۷ء کے ماہنامہ ثقافت میں یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ فرض تجارتی نہیں ذراعتی ہوتے تھے، اس پر انہوں نے ایک روایتی تائید بھی پیش کی ہے مگر ہماری نظر میں اول تو البوسنیان کے قافلہ تجارت سے اس کی صاف تردید ہو جاتی ہے اور اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ فرض خواہ تجارتی ہو یا ذراعتی ہو، بہر حال نفع آمد تھا اور اگر نفع بخش افزائش کے لئے ذراعتی سود ناجائز ہو سکتا ہے تو تجارتی سود کی وجہ جواز اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ یورپ کی منڈیوں میں اب زیادہ ضرورت تجارتی سود ہی کی ہے، اُسے حلال کرنا پیش نظر ہے۔

دہا یہ کہنا کہ یہ طرزِ فکر آج کل کے ترقی یافتہ طریقہ ذراعت کا آئینہ دار ہے جس

سے اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے جو جنگ بد کا محرک بنا، البوسنیان (حالاتِ کفر میں) ایک تجارتی قافلہ شلم سے لے کر آرہے تھے اور اس کے بارے میں تاریخ کہتی ہے کہ اس میں مکہ کے ہر مشرک کا حصہ تھا۔ علامہ زرقانی رحمہ اپنی مشہور کتاب ”شعوب الملوہب اللدنیہ“ میں لکھتے ہیں :-

کوئی قریشی مرد ہو یا عورت ایسا نہ تھا

لہم یمن تفریحی ولا قریشیۃ لہ مشقال الابل

جس کے پاس ایک درہم ہو اور وہ اس نے غلام نہیں بچھا

بہد فی العیور۔ (ص ۴۱۱ ج اول)

میں مٹیوں اور مصنوعی کھاد پر زور دیا جاتا ہے وہ نہ پرانے زمانے میں کاشتکار جو قرض لیتے تھے وہ اقبیابی اور صرفی ہوتے تھے، تو یہ بہت بعید سی بات ہے اس لئے کہ قدیم زمانے میں بھی زراعت پیشہ لوگ بڑے مال دار ہوتے تھے اور بڑے اونچے پیلانے پر بھی زراعت کی جاتی تھی، پھر اس روایت میں تو قبیلوں کے اجتماعی قرض کا ذکر ہے، انفرادی قرض نہیں، ہادی سمجھ میں نہیں آتا کہ پورے کے پورے قبیلے کے قرض کو "صرفی اور اقبیابی" کی طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔

(۲) درمنثور ہی میں علامہ سیوطی رحم نے حضرت ابوہریرہؓ

ایک بہت واضح دلیل کی ایک روایت نقل کی ہے:

من لم يدرك المحاربة
فليؤذن بحرب من الله ورسوله
جو شخص محاربہ نہ چھوڑے وہ اللہ
اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ
(ابوداؤد و حاکم) سن لے (ابوداؤد و حاکم)

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "محاربہ" کو سود ہی کی ایک صورت قرار دے کر ناجائز قرار دیا اور جس طرح سود خوار کے خلاف خدا اور رسول نے اعلان جنگ کیا ہے۔ اسی طرح "محاربہ" کر لے والے کے خلاف بھی کیا۔

اس روایت سے استدلال سمجھنے کے لئے "محاربہ" کا مطلب سمجھ لیجئے۔

"محاربہ" بٹائی کی ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ زمیندار کسی کاشتکار کو اپنی زمین اس معاہدے پر دے کہ کاشتکار اس کو غلہ کی ایک معین مقدار دیا کرے، فرض کیجئے کہ آپ کی ایک زمین ہے۔ اور آپ وہ زمین کو اس معاہدے پر کاشت کے لئے دیں کہ وہ غلہ کی ایک معین مقدار مثلاً پانچ من ہر فصل پر آپ کو دیتا رہے گا۔ خواہ اس کی

پیداوار کم ہو یا زیادہ یا بالکل نہ ہو۔ یا مثلاً یہ معاہدہ طے ہو کہ مٹی پیداوار پانی کی ٹائیلوں کے قریبی حصوں پر ہوگی وہ آپ کو دے دے اور باقی کاشتکار کا رہے۔ یہ معاملہ ”مخابرہ“ کہلاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملے کو ربواہ کی ایک شکل قرار دے کر حرام فرمایا ہے اب آپ ہی غور فرمائیں کہ یہ معاملہ ربوا کی کون سی صورت سے متعلق ہے؟ صرفی اور احتیاجی سود سے یا تجارتی سود سے؟ ظاہر ہے کہ یہ صورت تجارتی سود سے مشابہ ہے۔ جس طرح تجارتی سود میں قرض لینے والا قرض کی رقم کسی نفع اور کام میں لگانا ہے اسی طرح مخابرہ میں کاشتکار زمین کو نفع اور کام میں لگا دیتا ہے، صرفی اور احتیاجی سود میں ایسا نہیں ہوتا۔

پھر جو علت تحریم ”مخابرہ“ کو ناجائز قرار دیتی ہے وہ یہ ہے کہ ممکن ہے کاشت کے بعد مکمل پیداوار پانچ من ہی ہو اور بیچارے کاشتکار کو کچھ بھی نہ ملے۔ یہی علت تجارتی سود میں بھی پائی جاتی ہے کہ ممکن ہے جو رقم قرض لے کر تجارت میں لگائی گئی ہے اس سے صرف اتنا ہی نفع ہو جتنا کہ اسے سود میں دیدینا ہے۔ یا اتنا بھی نہ ہو (جس کی پوری تفصیل آگے آرہی ہے) اور یہ علت صرفی اور احتیاجی سود میں نہیں پائی جاتی ہے، کیوں کہ مفروض قرض کی رقم کسی تجارت میں نہیں لگاتا۔ اس کے حرام ہونے کی علت کچھ اور ہے۔

خلاصہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ”مخابرہ“ کو ”ربواہ“ میں داخل فرمایا اور مخابرہ صرفی سود کے مشابہ نہیں ہو سکتا وہ تجارتی سود کے مشابہ ہے، اس سے یہ سب سے پہلے چل گیا کہ عہد رسالت میں نفع بخش کاموں میں لگانے کے لئے سودی لین دین

کارواج تھا، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ سود حرام ہے۔

اب آپ ایک اور روایت پر

غور فرمائیے۔

ایک اور دلیل

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول

کر رسول اللہ نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیأتین

ایسا فائدہ ضرور آئے گا جس میں کوئی ایسا

علی الناس زمان لا یبقی احد

شخص باقی نہ رہے گا جس نے سود نہ کھایا ہو

الا اکل الربوا فمن لعمریٰ کله اثم

اور اگر کسی نے نہ کھایا ہو گا تو اس کا غبار

من غبار۔

اس تک ضرور پہنچا ہو گا۔

(در منثور بحوالہ الزوائد ج ۱)

اس روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے زمانے کی خبر دی ہے

جس میں سود خوار ہی بہت عام ہو جائے گی اگر اس سے مراد موجودہ زمانہ ہے (جیسا کہ

ظاہر بھی ہے) تو آپ غور فرمائیے کہ اس زمانے میں کون سے سود کو اس قدر عموماً حاصل

ہوا ہے جس سے بچنا مشکل ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ اس زمانے میں تجارتی سود عام

ہو رہا ہے اور مہاجنی سود گھٹتا جا رہا ہے۔

اور اگر حدیث میں جس زمانے کی پیش گوئی کی گئی ہے اس سے مراد کوئی آئندہ

زمانہ ہے تو اول تو بظاہر تجارتی سود ہی بڑھے گا اور مہاجنی سود گھٹتا رہے گا۔ اور

دوسرے عقلاً بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مہاجنی سود کے رواج عام سے ہر شخص تک

اس کا اثر ضرور پہنچے، یہ بات بہت بعید ہے کہ دنیا میں بسنے والوں کی اکثریت مہاجن

بن جائے اور سود لے لے کر کھاتی رہے، اور پھر اگر ایسا ہو بھی تو جو لوگ سود پر قرض

لیں گے۔ کم از کم وہ تو سود کا غبار کھانے سے بھی بچے رہیں گے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا غبار تو غرور دہی پہنچے گا۔

سود کا ایسا رواج عام جس سے کہ ہر کس و ناکس کو اس کا کچھ نہ کچھ غبار ضرور پہنچے، تجارتی سود ہی میں ممکن ہے جیسا کہ بینکنگ کے موجودہ نظام میں ہوتا ہے۔ تقریباً آدھی دنیا کا روپہ بینکوں میں جمع رہتا ہے جس پر انہیں سود دیا جاتا ہے۔ بڑے سرمایہ داران بینکوں سے سود کا لین دین کرتے ہیں اور چھوٹے تاجر بینک میں روپہ جمع رکھتے ہیں، پھر بینکنگ کچھ اتنے بڑے پیمانے پر ہونے لگی ہے کہ ہر ایک بینک میں سینکڑوں کی تعداد میں لوگ نوکری کرتے ہیں۔ اس طرح کسی نہ کسی درجہ میں سود کی نجاست سے لوث ہو جاتے ہیں، اور جو لوگ براہ راست لوث نہیں ہوتے تو وہ مال جو بذریعہ سود حاصل کیا جاتا ہے، جب اس کی گردش ملک میں ہوتی ہے تو بالواسطہ ہی اسی مگر سود کے پیسے ہر شخص لوث ہو جاتا ہے جس کو حدیث میں سود کا غبار کہا گیا ہے اور جس سے بچنے کا دعویٰ کوئی بڑے سے بڑا متقی بھی نہیں کر سکتا۔

اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد تجارتی سود ہی کے بارے میں ہو سکتا ہے۔

حضرت زبیر بن عوامؓ اس کے علاوہ حضرت زبیر بن عوامؓ کا جو طرز عمل اس سلسلے میں روایات سے ثابت ہوتا ہے وہ بڑی حد تک اس طریقے سے مشابہ ہے جو آج بینکنگ کے نظام میں رائج ہے۔

حضرت زبیرؓ اپنی امانت و دیانت کے اعتبار سے مشہور تھے، اس لئے بڑے بڑے لوگ ان کے پاس اپنی امانتیں جمع کرایا کرتے تھے اور اپنی مختلف ضروریات کی بنا

پر وہ اپنی بوری یا تھوڑی رقمیں واپس بھی لیتے رہتے تھے۔ حضرت زبیرؓ کے بارے میں بخاری کتاب الجہاد باب بركة الغازی فی مالہ اور طبقات ابن سعد میں بعض طبقات البیہق من المہاجرین بہ تصریح موجود ہے کہ یہ لوگوں کی رقموں کو بطور امانت رکھنا منظور نہیں کرتے تھے بلکہ کہہ دیا کرتے تھے :-

لَا وَلَٰكِنْ هُوَ سَكَنٌ
یہ امانت نہیں قرض ہے

اس کا مقصد کیا تھا؟ شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ کی زبانی سنئے :-

وكان غرضه بذلك انه	اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ انہیں
كان يخشى على المال ان يضيع	خطرہ تھا کہ ان کے مال ضائع نہ ہو جائے اور یہ سمجھا
فيظن بانه التقصير في حفظه فرأى	جائے کہ انہوں نے اس کی حفاظت میں کوتاہی
ان يجعله مضمونا فيكون اوثق	کی ہوگی اس لئے انہوں نے یہ مناسب سمجھا کہ اسے
لصاحب المال وأبقى المروءة و	(قرض بنا کہ ہر صحت واجب الادا قرار دے
ذاذ ابن بطل يطيّب له ويحذ لك	لیں تاکہ مال ولے کو بھر دے زیادہ رہے اور ان
المال	کی سادگی بھی قائم رہے، ابن بطلؒ نے یہ بھی فرمایا
(نسخ البخاری ص ۱۰۰، ۱۰۱)	کہ "وہ ایسا اس لئے بھی کرتے تھے تاکہ اس
	مال سے تجارت کرنا اور فائدہ کمانا ان کے
	لئے جائز نہ ہو جائے۔

اس طریقے سے حضرت زبیرؓ کے پاس کتنی بڑی رقمیں ہو جاتی تھیں؟ اس کا اندازہ

طبقات ابن سعد کی اس روایت سے کیجئے :-

حضرت زبیرؓ کے بیٹے عبداللہؓ مرنے لے

قال عبد الله بن الزبير فمُخِبَّتْ

مَا عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ فَوَجَدَتْهُ أَلْفِي
میں کہ میں نے ان کے ذمہ واجب الادا قرضوں
أَلْفٌ وَمِائَتَانِ أَلْفٌ - کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلے۔

(طبقات ص ۲۸۱-۹)

حضرت زبیرؓ جیسے متول صحابی پر یہ بائیس لاکھ روپیہ کا قرض ظاہر ہے کہ کسی
صرفی اور وقتی ضرورت کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ امانتوں کا سرمایہ تھا اور یہ تمام سرمایہ کا دوبار
ہی میں مشغول تھا، کیونکہ حضرت زبیرؓ نے وفات سے قبل اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ
کو یہ وصیت فرمائی تھی کہ ہماری تمام املاک کو فروخت کر کے یہ رقم ادا کی جائے، اس کی
تصریح بھی طبقات ابن سعدؒ ہی میں موجود ہے یا بخیر بھ مَالَنَا وَاقْضِ دَيْنِي (بیٹے! ہمارا مال
فروخت کر کے قرضہ ادا کرنا) رجوالہ بالا

امام بنوئیؒ نے بروایت عطاء و عکرمہؒ ایک واقعہ نقل کیا ہے
پانچویں شہادت کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عثمانؓ ٹی ایک سودی رقم کسی
تاجر کے ذمہ واجب تھی، اس کا مطالبہ کیا گیا تو حرمیت ربوہ کی آیات کے تحت رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے روک دیا، اور سود کی رقم چھوڑنے کا فیصلہ کیا
اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عباسؓ اور حضرت عثمانؓ نے یہ رقم ایک تاجر
کو تہہ نہ دی تھی۔

(۶) علامہ لمبرئیؒ نے ۲۳ ھ کے واقعات
ہند بنت عتبہ کا واقعہ میں ایک واقعہ یہ نقل کیا ہے کہ:-

انْهَنْدُ بِنْتُ عَتَبَةَ قَامَتْ
ہند بنت عتبہؓ حضرت عمرؓ کے پاس
اَلْحِیْ عَمْرِو بْنِ اَلْحُلْبِ فَاسْتَقْرِضَتْهُ
آئی اور بیت المال سے چار ہزار تہہ

من بیت المال اذ یبطل الا ان تبخروا فیها
وتضمنوها فاقترضوها فخرجت إلحی
بلا کلب فاشترت وبناعت ۱۱
ملنگے تاکہ ان سے تجارت کرے اور ان
کی ضمانت ہو، حضرت عمرؓ نے دیدینے
چنانچہ وہ بلا کلب میں گئی اور مال حنبرہ
کے فروخت کیا۔

اہیں خاص تجارت کے لئے تجارت کے نام سے روپیہ قرض لینے اور دینے کا ذکر ہے۔
کیا اس کے بعد بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ قرونِ اولیٰ میں تجارت کے لئے قرض لینے دینے کا
رواج نہ تھا، ہاں یہ صحیح ہے کہ اس قرض پر سود لینے دینے کا رواج احکام قرآنی نازل ہونے
کے بعد نہ رہا تھا۔ جیسا کہ اس واقعہ میں چار ہزار قرض بلا سود دینا مذکور ہے۔

موطا امام مالکؒ میں ایک لمبی روایت ہے جس کا خلاصہ
حضرت ابن عمرؓ کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ اور حضرت
عبداللہؓ ایک لشکر کے ساتھ عراق گئے، لوٹتے وقت حضرت ابو موسیٰؓ سے ملنے گئے انہوں
نے فرمایا کہ اگر میرے لئے آپ کو کوئی نفع پہنچا نا ممکن ہو تو ضرور پہنچاؤں گا، پھر فرمایا کہ میرے
پاس بیت المال کی ایک رقم ہے، میں وہ امیر المؤمنین کو بھیجنا چاہتا ہوں وہ میں آپ
کو قرض دیتا ہوں آپ اس سے مال تجارت لے کر جائیں اور مدینہ جا کر فروخت کریں
اور اصل رقم امیر المؤمنین کو پہنچا کر منافع خود رکھ لیں، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا (موطا مالکؒ)
ص ۲۸۵ کتاب التصراف

اس واقعہ میں بھی تجارت ہی کے لئے قرض دیا گیا ہے۔
عہد سلف کے یہ چند واقعات سرسری نظر میں سامنے آئے، اگر باقاعدہ جستجو کی جائے
تو اور بھی بہت مل سکتے ہیں لیکن ان سب کو جمع کر کے مضمون کو طول دینا بے حاصل ہی

ہوگا، مذکورہ سات پختہ شہادتیں ایک منصف مزاج انسان کو یہ رائے قائم کرنے پر مجبور کر دیتی ہیں کہ تجارتی قرضے اس نئے دور تہذیب ہی کی ایجاد نہیں بلکہ ان کا رواج اہل عرب میں قدیم زمانے سے تھا۔ ہم نے جو روایات اور پیش کی ہیں ان سے قدر مشترک کے طور پر یہ بات بوضاحت سامنے آ جاتی ہے کہ تجارتی قرض اور ان پر سود کا لین دین اہل عرب کے معاشرے میں کوئی نیا مانوس اور اچھے کی بات نہ تھی بلکہ اس کا بھی اسی طرح عام رواج تھا جس طرح حاجت مند اور مرنے والے قرضوں کا۔

تجارتی سود کو جائز کہنے والوں کا دوسرا گروہ وہ ہے جو اپنے استدلال کی بنیاد سود کے عہد جاہلیت میں رائج ہونے یا نہ ہونے پر نہیں رکھتا بلکہ وہ اس کے حواظ پر کچھ اور ایجابی دلائل پیش کرتا ہے، اس گروہ نے کئی دلائل پیش کئے ہیں، ہم ان میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ لیتے ہیں۔

کیا تجارتی سود میں ظلم نہیں؟ ان کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس بات کا تو نفس مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں کہ تجارتی

سود کا رواج عہد رسالت میں تھا یا نہیں، لیکن ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ سود کی روح تجارتی سود میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟

ان کا یہ کہنا ہے کہ سود کے حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ اس میں قرض لینے والے کا نقصان ہوتا ہے، اس بیچارے کو محض اپنی تنگدستی کے "جرم" میں ایک چیز کی قیمت اس کی اصل قیمت سے زائد دینی پڑتی ہے اور دوسری طرف قرض دینے والا اپنے فاضل سرمایہ سے لغزش محنت کے مزید مال وصول کرتا ہے جو مہر ظلم ہے۔ لیکن یہ علت تجارتی سود میں نہیں پائی جاتی بلکہ اس میں قرض دار اور قرض خواہ دونوں کا فائدہ ہے۔

قرض دار قرض کی رقم کو تجارت میں لگا کر نفع حاصل کر لیتا ہے اور قرض دار قرض کی رقم پر سود لے کر، اس لئے اس میں کسی کے ساتھ نا انصافی اور ظلم نہیں ہوتا۔

یہ دلیل آج کل لوگوں کو بہت اپیل کرتی ہے اور بظاہر بڑی خوش نما ہے۔ لیکن آپ تھوڑا سا غور و فکر کیجئے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ یہ بھی اپنے اندر کوئی وزن نہیں رکھتی، اس دلیل کا سارا دار و مدار اس بات پر ہے کہ تجارتی سود میں کسی کا نقصان نہیں کیونکہ حرمت سود کی حکمت صرف وہ نہیں جو حامیان تجارتی سود نے پیش کی ہے اس کے بہت سے اسباب ہیں۔ منجملہ ان کے ایک حکمت وہ بھی ہے کہ کسی فریق کا نقصان اس میں ضرور ہوتا ہے، اور نقصان والا معاملہ ناجائز ہوتا ہے۔ مگر تھوڑے سے تغیر کے ساتھ ان حضرات نے تو بات یہیں تک ختم کر دی ہے کہ ایک فریق کا نقصان اور دوسرے کا فائدہ ہو تو معاملہ ناجائز ہوتا ہے اور دونوں کا فائدہ ہو تو جائز۔ حالانکہ بات یہیں تک محدود نہیں بلکہ اگر دونوں کا فائدہ ہو سکتا ہو مگر ایک فائدہ یقینی ہو اور دوسرے کا یقینی نہ ہو، مشتبہ ہو، تب بھی معاملہ ناجائز ہوتا ہے جیسا کہ منجانبہ کی صورت میں آپ معلوم کر چکے۔

جناب یعقوب شاہ صاحب دسمبر ۱۹۶۱ء کے ماہنامہ ”ثقافت“ میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:-

”کیا قرآن مجید میں کوئی ایسا حکم موجود ہے جو اس منافع

کی رقم کو مشتبہ رکھ لینے کی جگہ معین کر لینے کو ممنوع قرار دیتا ہے؟“

ہم اس کے جواب میں ان سے بعد ادب یہ پوچھیں گے کہ ”مخبرہ“ کے ناجائز

ہونے کی کیا وجہ ہے؟ اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کے خلاف اعلان جنگ کیوں قرار دیا ہے ؟ صرف اور صرف اس لئے کہ اس میں ایک فریق کا معین نفع ہے اور ایک کا مشتبه ۔
اب دیکھ لیجئے کہ یہ ملت تجارتی سودیں بھی پائی جاتی ہے یا نہیں ؟
ظاہر ہے کہ قرض لینے والا جو مال تجارت میں لگاتا ہے اس میں یہ کوئی فردی نہیں کہ اسے نفع ہی ہو ،

میا

نفع ہوتا تو اتنی مقدار میں کوہ سودا کرنے کے بعد سبھی بچ رہے ۔ ہو سکتا ہے کہ اسے تجارت میں خسارہ آجائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ نفع آنا کم ہو کہ سودا کرنے کے بعد کچھ نہ بچے ، یا نفع تو زیادہ ہو مگر اس کے حاصل کرنے میں اتنی مدت صرف ہو جائے کہ اس کی وجہ سے سود کی رقم اصل مال سے بھی بڑھ گئی ہو ۔ فرض کیجئے کہ آپ نے کسی شخص سے ایک ہزار روپیہ ، تین روپے فی صد سالانہ کی شرح سود سے قرض لیا اور کسی تجارت میں لگا دیا اب اس میں مندرجہ ذیل عقلی احتمالات ہیں ۔

(۱) آپ کو ایک ہی سال میں پانچ سو روپیہ کا فائدہ ہو گیا تو آپ فائدہ میں رہے کہ تین روپے قرض خواہ کو دے کر باقی سب آپ نے لے لیا ۔
(۲) آپ کو ایک سال میں کل ساٹھ روپے کا نفع ہوا اس میں سے تین آپ قرض خواہ کو دیں گے اور تین اپنے پاس رکھیں گے ۔

(۳) آپ کو پانچ سال میں دو سو روپے کا فائدہ ہوا ، اس میں سے ڈیڑھ سو قرض خواہ کو دیں گے اور سچاس آپ کے پاس بچیں گے ۔

(۴) آپ کو پانچ سال میں ڈیڑھ سو ہی کا فائدہ ہوا تو آپ سارا نفع سود ہی میں

دے دیں گے آپ کے پاس کچھ نہ بچے گا۔

(۵) آپ کو ایک سال میں کل تیس روپے کا فائدہ ہوا تب بھی آپ وہ سارا سود میں دے دیدیں گے آپ کے پاس ایک پیسہ بھی نہ رہے گا۔

(۶) آپ کو ایک سال ہی میں کل دس روپیہ کا فائدہ ہوا تو آپ وہ تو سا ہوا کو دیں گے ہی، آپ کو اپنی جیب سے بیس روپے مزید دینے پڑیں گے۔
(۷) آپ نے ایک سال تک تجارت کی مگر ایک پیسے کا نفع بھی نہ ہو تو محنت بھی بیکار ہو گئی اور تیس روپے اپنی جیب سے دینے پڑے۔

(۸) اور اگر آپ نے دس سال تک تجارت کی اور پھر بھی کوئی نفع نہ ہوا تو آپ کو تین سو روپے بھگتنے پڑیں گے۔

(۹) آپ نے ایک سال تک تجارت کی مگر اس میں تنور روپے کا نقصان ہو گیا تو آپ کو یہ نقصان بھی بھگتنا ہو گا اور تیس روپے علیحدہ دینے ہوں گے۔

(۱۰) آپ نے دس سال تک تجارت کی اور اس میں سو روپے کا نقصان ہو گیا تو نقصان بھی آپ کی گردن پر رہا اور تین سو روپے سود کے اس کے علاوہ ہیں۔

ان دس صورتوں میں سے صرف پہلی اور دوسری صورت تو ایسی ہے جس میں دونوں کا فائدہ ہے کسی کا نقصان نہیں باقی تمام صورتوں میں آپ کا نقصان ہے کہ کہیں آپ کو ساہوکار سے کم نفع ہوا، کہیں کچھ بھی نہ ہوا اور کہیں اٹا نقصان ہوا، کہیں اس وجہ سے کہ تجارت بار آور نہ ہوئی، کہیں اس وجہ سے کہ نفع تو ہوا مگر سود میں چلا گیا۔ لیکن ان تمام صورتوں میں ساہوکار کا فائدہ کہیں نہیں گیا اسے ہر جگہ نفع ملتا رہا ہے۔

اب آپ بنظر انصاف غور فرمائیے کہ یہ بھی کوئی معقول معاملہ ہے جس میں
دو ایک ہی جیسے افراد میں سے ایک کا کبھی نقصان ہوتا ہے کبھی نفع اور دوسرا نفع ہی
بٹورتا رہتا ہے ؟ اس معاملہ کو کون سی شریعت اور کون سی عقل گوارا کر سکتی ہے ؟
اس پر جناب یعقوب شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ :-

”تجارت کے لئے روپیہ سود پر اس واسطے لیا جاتا ہے کہ
قرض لینے والے کو شرح سود سے کئی گنا زائد نفع کی امید ہوتی ہے۔
اور اکثر یہ امید برآتی ہے ورنہ پیداواری سود کو اس قدر ضرر و
حاصل نہ ہوتا۔ ایسے قرض دینے والے کو ایک چھوٹی رقم مقررہ
وقت پر ملتی رہتی ہے اور اس کے برخلاف قرض لینے والا اکثر اس رقم
سے کئی گنا فائدہ کما لیتا ہے اور کبھی اس کو نقصان بھی ہوتا ہے مگر
اس خطرہ کو قبول کرنا تجارت کا عام مسلک ہے اور یہ ایسی چیز نہیں
اور اس سے ایسی خرابیاں پیدا نہیں ہوتیں کہ فائدہ کو ناجائز
بقول اللہ و رسولہ کی سزا کی مستحق ہو۔“

(ماہنامہ لغات دسمبر ۱۳۳۸ھ)

اس کے جواب میں ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ نفع کی امید ہونا اس بات
کی دلیل ہرگز نہیں بن سکتا کہ وہ معاملہ جائز ہے، اس لئے کہ نفع کی امید تو کاشتکار
کو ”مخابرہ“ کی صورت میں بھی ہوتی ہے اسی لئے تو وہ یہ معاملہ کر لیتا ہے، مگر اس کے
باوجود بصرحت حدیث ”مخابرہ“ ناجائز ہے اور اس کے بارے میں فائدہ ”الحیث“ الخ
کی دعید آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں پڑھ چکے کہ :-

من لم يترك المخاصبة
فليؤخذ بحوب من الله ورسوله -
جو مجاہدہ نہ چھوڑے وہ اللہ اور
رسول کی طرف سے اعلان جنگ سن لے۔
(البدائع ورمحاکم)

سرمایہ اور محنت کے اشتراک کا اسلامی تصور | اسلامی شریعت نے سرمایہ

ایک سیدھی سادی، آسان اور مفید شکل، مضاربت، تجویز کر دی ہے کہ ایک کا سرمایہ ہو، دوسرے کی محنت ہو اور نفع میں دونوں کی شرکت یقینی طور پر ایک ہی نوعیت کی ہو۔ نہ اس سے کسی کی حق تلفی ہوتی ہے نہ کسی پر ظلم ہے، دونوں ہر حیثیت سے برابر ہیں۔ نفع ہے تو دونوں کا برابر ہے، نقصان ہے تو دونوں کو ہے، منکر نہ جانے اسلامی شریعت سے خدا واسطے کا بیرجہ یا سرمایہ دارانہ نظام نے عقلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں کہ لوگ اس سیدھی سادی صحت اشتراک کو چھوڑ کر اس پُر پیچ اور مضمر صحت کو اختیار کرنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

جناب محمد جعفر شاہ صاحب نے "کمرشیل انٹرٹ کی فقہی حیثیت" میں مضاربت کی شکل پر یہ اشکال پیش کیا ہے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص غلے کی تجارت کرتا ہے اور اس کے پاس خاصی رقم بھی موجود ہے، ایک دوسرا شخص اس سے یہ کہتا ہے کہ میں "بس سروس" کا تجربہ رکھتا ہوں مگر میرے پاس سرمایہ نہیں، اگر تم رقم لگاؤ تو اس میں خاصا منافع ہو سکتا ہے، جس میں ہم دونوں شریک ہوں گے، اب ظاہر ہے کہ غلے کی تجارت کرنے والا اپنی تجارت میں روپیہ لگا سکتا ہے لیکن وہ ساتھ ہی اس شخص کا نفع بھی چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں موٹر سروس کا کام بھی شرکت میں کر دوں لیکن اسے

یہ بھی خیال ہے کہ میں خود موٹر کے کام سے نااہل ہوں اور یہ میری ناواقفیت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے کہ مضاربت میں میرے اصل حقے میں بڑے بازی سے کام لے، اور مجھے پورا حصہ نہ مل سکے، نیز میں اس کے حساب کتاب کی جانچ پڑتال کے لئے وقت نہیں نکال سکتا۔ اس صورت میں اس کے پاس سولے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ اسے سود پر قرض دیدے اور ایک قلیل مگر معتین نفع پر قناعت کرے،

مگر ہمیں انوس ہے کہ ان حضرات نے بہت تلاش و جستجو کے بعد ایک ایسی چوٹی شکل نکالی، مگر اس میں مضاربت کے طریقے کو چھوڑنے کی کوئی وجہ نہیں، اس لئے کہ کوئی بیوقوف سے بے وقوف انسان بھی ایسی حماقت نہیں کر سکتا کہ مرث فرب میں آجانے کے موبہم خطرے سے اپنے زیادہ نفع کو چھوڑ دے اور کم پر راضی ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ اگر بالفرض اس کا شریک دھوکہ دے کہ اس حقے میں سے مال کم بھی کر لے تو اس کے لئے سود کی قلیل شرح لینا اور حصہ کم لینا دونوں برابر ہیں پھر اسے خواہ مخواہ ہاتھ گھما کر ناکت پکڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اگر اسے اپنے شریک کی دیانت کے بارے میں اس قدر بدگمانی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ دھوکہ دے کر تجارت میں نقصان ظاہر کرے گا حالانکہ درحقیقت اس میں نفع ہو گا تو پھر ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کر کے اس کی ہمت افزائی کرنے کا اسے کس ڈاکڑ نے مشورہ دیا ہے؟

ہاں البتہ یہ خیال اس شخص کے دل میں ضرور پیدا ہو گا جو نفع کی صورت میں تو مسلسل شریک رہنا چاہتا ہو لیکن ساتھ ہی نقصان کی زد سے وامن بچالینے کا بھی خواہش مند ہو، اس کے دل میں یہ کھوٹ ہو کہ میرے لئے کوئی خطرہ لاحق نہ ہو اور نقصان ہو تو مجھ پر اس کا کوئی اثر نہ پڑے بلکہ میرا نفع ہمیں نہ جائے۔

اسلام کا انصاف پسند مزاج اسے اس عیاری اور خود غرضی کی ہرگز اجازت نہیں دینگا۔ اس تشریح سے حایان سود کا ایک وہ استدلال بھی ختم ہو جاتا ہے جس میں انہوں نے تجارتی سود کو مضاربت کے مشابہ قرار دے کر جائز کہا ہے۔ گذشتہ صفحات کی بحث سے تجارتی سود اور مضاربت کا عظیم فرق آپ کے ذہن نشین ہو گیا ہوگا، کہ مضاربت میں دونوں شریک نفع اور نقصان دونوں میں شریک رہتے ہیں، اور تجارتی سود ایک کا نفع معین رکھا ہے اور دوسرے کا مشتبہ اور مبہوم، اس لئے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

(۲) اس گروہ کی دوسری دلیل

تجارتی سود رضامندی کا سودا ہے یہ ہے کہ قرآن کریم نے اکل بالباطل سے منع کیا ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۖ) لہذا تجارت کے جن جن طریقوں میں اکل بالباطل ہے وہ حرام ہیں اور ظاہر ہے کہ جہاں اکل باطل ہو گا وہاں ایک فریق کی عدم رضامندی ضرور ہوگی۔ اکل باطل میں کھانے والا تو راضی ہوتا ہے لیکن جسے کھایا جاتا ہے وہ کبھی راضی نہیں ہوتا وہ اسے صرف اپنی مجبوری سے برداشت کرتا ہے۔ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اگر کوئی ایسی تجارت ہو جس میں دونوں فریقوں کی رضامندی اور خوشدلی ہو تو وہ یقیناً اکل بالباطل نہ ہوگا۔ اب اسی عینک سے کمرشل انٹرسٹ (تجارتی سود) کو دیکھئے کہ اس میں فرض لینے والا مجبور اور مظلوم نہیں ہوتا اور اسی طرح وہ دائن کے نفع سے ناخوش بھی نہیں ہوتا۔ لہذا مجبور و احرام ہے وہ وہی ہے جس میں ایک فریق کا خود غرضانہ نفع اور دوسرے کا نقصان ہے، کمرشل ٹیڈر جو تجارت کی جاتی ہے اس میں دونوں کی باہمی رضامندی اور خوش دلی ہوتی ہے۔

(کرشیل انٹرسٹ کی فقی حثیت از جعفر شاہ صاحب)

ہم نے ان حضرات کا یہ استدلال من وعن نقل کر دیا ہے، آپ خود ہی فیصلہ فرمائے کہ کیا آج تک کسی عقلمند نے فریقین کی رضامندی کو ایک حرام چیز کے حلال ہونے کے لئے منسوب قرار دیا ہے؟ کیا فریقین رضامند ہوں تو زنا کو جائز کہا جاسکتا ہے؟ اور دور جانے کی بھی ضرورت نہیں، خود تجارت ہی میں بہت سی انواع آپ کو ایسی ملیں گی جن میں دونوں فریق رضامند اور خوش ہوتے ہیں مگر وہ ناجائز ہیں، کتب حدیث، ابواب البیوع الباطلہ، کھول کر دیکھیے، محافلہ، تلمی الجلب، بیع کی ان تمام صورتوں میں فریقین کی رضامندی اور خوش دلی ہوتی ہے مگر ہر ایک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔

در اصل اسلام کی حکیمانہ نظر سطحی چیزوں پر نہیں ہوتی وہ عام قوم کی خوشحالی اور اس کا فائدہ چاہتا ہے۔ اسی لئے اس نے فریقین کی رضامندی اور خوش دلی کو جائز یا حرام ہونے کا معیار نہیں ٹھہرایا، اس لئے کہ ان کی رضامندی اپنے حق میں تو مفید ثابت ہو سکتی ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ وہ عام قوم کے لئے نہرہ ہو، مذکورہ بیوع کی بعض صورتوں میں سے کسی کا نقصان نہیں دونوں کا فائدہ ہے اور دونوں رضا مند بھی ہیں مگر اس کی وجہ سے پوری قوم افلاس، اقتصادی بد حالی اور اخلاقی بیاریوں کا شکار ہوتی ہے۔ اس لئے اس نے انہیں ممنوع قرار دیا ہے، وہ ہر معاملہ کا اسی وسیع نظر سے تجزیہ کرتا ہے اور جہاں خرابی دیکھتا ہے وہاں بند باندھ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نہ لایسبع ما خولک بائد۔ کوئی شہری کسی دیہاتی کا مال فروخت نہ کرے۔

اس حدیث کے ذریعہ اسلام نے آرٹھی (MIDDLE MAN) کا تمام کاروبار ممنوع قرار دیا ہے، جو لوگ ہر معاملہ کو سطحی انداز میں اور تنگ نظری سے دیکھنے کے عادی ہیں وہ اس حکم کی حکمت سمجھنے سے فرود محروم رہیں گے، ان کو یہ حکم ظلم نظر آئے گا۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک معاملات کے جائز یا ناجائز ہونے کا مدار رضامندی اور خوش دلی پر ہے، وہ سوچیں گے کہ ایک دیہاتی گاؤں سے مال لے کر آتا ہے، اور وہ ایک شہری کو اپنا مال بیچنے کے لئے وکیل بنا دیتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ دیہاتی کا بھی فائدہ ہے کہ اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑیگی، اور اس کا مال بھی اچھے داموں بک جائے گا، اور آرٹھی کا بھی نفع ہے کہ اسے مال بیچنے پر کمیشن ملے گا، ان کا ذہن شخصی مفاد اور خوش دلی کی اس بھول بھلیاں میں الجھ کر رہ جائے گا۔

لیکن جو شخص اسلامی شریعت کے مزاج سے واقف ہے وہ اس حکم کی تیس پوری قوم کا اجتماعی مفاد دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھے گا دَبَّامَا خَذَقَتْ هَذَا بَابًا مَلَّاهُ وہ فوراً سمجھ جائے گا کہ اسلام نے یہ حکم اس لئے دیا ہے کہ اس سے پوری قوم کا فائدہ ہو۔ اگر دیہاتی نے آرٹھی کو اپنا وکیل بنایا تو وہ مال کو بازار کا رنگ دیکھ کر نکالے گا۔ جس وقت نرخ سستے ہوں گے اس وقت مال کو چھپا کر رکھ دے گا۔ اور جب بازار میں مال ختم ہو جائے گا اس وقت اسے نکال کر من مانے بھارت پر فروخت کرے گا۔ جس سے پوری قوم گزانی کا شکار ہوگی۔ اور وہ ان کا مال سمیٹا رہے گا، یہاں تک کہ قوم مفلس سے مفلس تر ہوتی چلی جائے گا، اور اس سرمایہ دار کی جیب بھرتی چلی جائے گی، اس کے برعکس اگر دیہاتی خود اپنا مال فروخت کرے گا تو اتنا بوقت تو وہ بھی نہیں ہے کہ اپنا نقصان کر کے بچے، ظاہر ہے کہ نفع ہی سے فروخت کرے گا، لیکن ہر حال آرٹھی کی

بہ نسبت اس کے لگائے ہوئے دام بہت سستے ہوں گے اور وہ دوک کر بھی نہیں
بیچے گا، جس کی وجہ سے پورا بازار سستا ہو جائے گا اور عام قوم خوشحالی سے زندگی
بسر کرے گی۔

بہر کیف صرت فریقین کی رضامندی اور خوش دلی معاملہ کی حلت و حرمت پر
کوئی اثر مرتب نہیں کرتی اس لئے کہ بعض اوقات دونوں کی رضامندی پوری قوم کی تباہی
کا سبب بن جاتی ہے۔ یہی حال تجارتی سود کا ہے کہ اگرچہ اس میں دونوں فریق راضی
اور خوش ہوتے ہیں مگر وہ جائز نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ وہ پوری قوم کو تباہی کی راہ
پر لگا دیتا ہے۔

ہم نے جو بات اوپر کہی ہے وہ خود اس آیت سے ماخوذ ہے جو جعفر شاہ
صاحب نے پیش کی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا
اُمُورَ الْكُفْرِ بَيْنَكُمُ بِالْبَاطِلِ ۚ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ
بِجَاهٍ عَنِ تَرَاثُيْكُمْ
اے ایمان والو! آپس میں ایک
دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ،
الایہ کردہ تجارت ہو اور آپس کی رضامندی
سے ہو۔

یہاں اللہ تعالیٰ نے معاملہ کے جائز ہونے کے لئے دو شرطیں ذکر فرمائی ہیں۔
ایک تو یہ کہ وہ معاملہ تجارت ہو، دوسرے یہ کہ آپس کی رضامندی سے ہو، نہ صرت
آپس کی رضامندی معاملہ کی حلت کے لئے کافی ہے، اور نہ صرت تجارت ہونا، دونوں
باتیں پائی جائیں گی تو معاملہ جائز ہوگا ورنہ نہیں۔

تجارتی سود میں فریقین کی رضامندی تو ہے مگر چونکہ وہ اجتماعی طور پر مضر ہے۔

اس لئے اسلام سے تجارت نہیں کتا، ربوا کا نام دیتا ہے۔ لہذا وہ جائز نہیں۔

تجارتی سود کو جائز کہنے والے

کیا روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے؟ حضرات اپنی اس دلیل کی

تائید میں کچھ روایات بھی پیش کرتے ہیں جن سے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سود میں اگر خوش دلی ہو، جابرانہ دباؤ نہ ہو تو وہ جائز ہو سکتا ہے، مثلاً احادیث ذیل:-

(۱) حضرت علیؑ نے اپنا ایک "عصیفہ" نامی اونٹ میں (چھوٹے) اونٹوں

کے عوض فروخت کیا ہے اور وہ بھی ادھار (رواہ مالک)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کچھ درہم قرض لئے پھر ان سے اچھے واپس کئے

تو انہوں نے لینے سے انکار کیا کہ یہ میرے دیئے ہوئے درہم سے اچھے ہیں، حضرت ابن

عمرؓ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے مگر میں خوش دلی سے دے رہا ہوں (رواہ مالک)

(۳) حضورؐ نے حضرت جابرؓ سے قرض لے کر زیادہ واپس کیا۔

(۴) حضورؐ نے فرمایا "فیما دکم اھاسنکم قضاءً بہتر طریقے سے قرض ادا کرنے

والے تم میں زیادہ بہتر ہیں۔" (ابوداؤد و عن ابی ہریرۃ)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان روایتوں سے مذکورہ دعوے پر دلیل نہیں لی جاسکتی،

(۵) جہاں تک حضرت علیؑ کے عمل کا تعلق ہے تو اس پر کسی معاملہ کی حلت و حرمت

کی بنیاد اس لئے نہیں رکھی جاسکتی کہ اس کے برخلاف ہمارے سامنے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:-

عن سمیرۃ رآہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سمیرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حیران کر حیوان کے

بالحيوان نسبية برے ادھار بیچنے سے منع فرمایا۔

(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

یہ ایک صحیح حدیث ہے اور حضرت جابرؓ، ابن عباسؓ، ابن عمرؓ سے بھی اسی مضمون کی احادیث منقول ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فیصلہ بالکل واضح اور صاف ہے، اسے چھوڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک عملی واقعہ کو جس کا پورا پس منظر بھی معلوم نہیں، فقہی کی اساس بنالینا اصول حدیث وفقہ کے خلاف ہے۔ اس کے علاوہ اگر اس عمل صحابی کو حدیث مرفوعہ کی برابر بھی مان لیا جائے تو جب حلت اور حرمت میں تعارض ہو تو متفقہ اصول ہے کہ اسی حدیث کو ترجیح دی جاتی ہے جو حرام قرار دے رہی ہو۔

(۲) رہا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا عمل تو اس سے کسی درجہ میں بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ انہوں نے خوش دلی کی وجہ سے سود کو جائز قرار دیا ہے، وہاں تو معاملہ یہ تھا کہ انہوں نے جو دراہم قرض لئے تھے وہ کیفیت کے اعتبار سے ویسے ذمے جیسے واپس کئے گویا زیادتی محض کیفیت میں تھی، ایسا نہ تھا کہ دس لئے ہوں اور گیارہ واپس کئے ہوں "خیرو" کالفظ اس بات پر شاہد ہے، اس کے علاوہ چونکہ قرض لیتے وقت دونوں کے درمیان زیادتی کا کوئی معاہدہ نہیں تھا اور اس وقت دونوں کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات تھی اس لئے بعد میں زیادہ ادا کرنے کی حیثیت ایسی ہو گئی جیسے کوئی کسی کے احسان کا بدلہ کرنے کے لئے اسے کچھ تحفہ دیدے۔

(۳) اور یہی صورت حضرت جابرؓ کے واقعہ میں ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کو قرض دیتے وقت کوئی زیادتی کا معاہدہ نہیں کیا تھا۔ حدیث کے الفاظ نے

یہ بتلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اخلاق کریمانہ کی بنا پر ادائیگی کے وقت ان کے حق سے کچھ زیادہ دے دیا، زیادتی کیسی اور کتنی تھی؟ حدیث اس کے بیان سے خاموش ہے، ہو سکتا ہے کہ یہ زیادتی بھی صرف کیفیت کی زیادتی ہو۔ اور اگر تعداد کی زیادتی بھی تسلیم کی جائے تو چونکہ وہ کسی شرط اور معاہدہ کے ماتحت نہ تھی اس لئے وہ بھی ”حسنِ قضا“ اور احسان کی مکافات ہی کے درجے میں ہو سکتی ہے جس کی طرف خود احادیث میں ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ شیخ الاسلام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے البرافعہ کی حدیث کے ماتحت یہ لکھا کہ :-

لیس ہوا من قرض جز منفعۃ
فاحسنہ منہی عنہ لان المنہی عنہ
ما کان مشروطاً فی العقد -
یہ صورت اس قرض میں داخل
نہیں جس کے ذریعہ کچھ نفع حاصل کیا گیا
ہو کیونکہ وہ ناجائز ہے اور ناجائز صورت -
(نووی شرح مسلم ص ۲۶۴)
وہی ہے کہ زیادتی کا عقد کرتے وقت معاہدہ
کیا گیا ہو

اس لئے اگر کسی شخص نے کسی پر احسان کیا کہ وقت پر قرض دے دیا اور اس نے قرض ادا کرنے کے وقت اس کے احسان کا بدلہ دینے کے لئے کوئی رقم یا چیز اپنی خوشی سے بغیر کسی سابق معاہدہ کے دیدی، تو یہ آج بھی جائز ہے ”سودِ حرام“ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں، اگرچہ حضرت امام مالکؒ اس وقت بھی عدوی زیادتی کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور حضرت جابرؓ کے واقعہ کو کیفیت کی زیادتی پر محمول قرار دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ اس معاملہ کی حقیقت پر غور کیا جائے تو اس میں ربا کا کوئی تصور

ہی نہیں ہو سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المال شرعی سے ان کا قرض دیا اور قرض سے زیادہ بھی کچھ عطا فرمایا۔ یہ ظاہر ہے کہ بیت المال میں سب مسلمانوں کا حق ہے خصوصاً علماء امت جو دین کی خدمت میں مشغول ہوں، تو حضرت جابرؓ کا بیت المال میں حق پہلے سے متعین اور معلوم تھا جس میں امام و امیر کو اختیار ہوتا ہے وہ زیادتی اس حق میں سے دی گئی نہ کہ قرض کے معاوضہ میں (۴) اور چوتھی روایت کا مسئلہ سے کوئی تعلق ہی نہیں، اس لئے کہ اس میں۔

”حسن ادارہ“ کی ترغیب ہے جس کا مطلب یہ نہیں کہ زیادہ ادارہ کرو بلکہ مطلب یہ ہے ”اچھی طرح ادارہ کرو، ٹال مٹول نہ کرو، قرض خواہ کو بار بار آنے جانے کی تکلیف مت دو اور چیز بھی اچھی دو، ایسا نہ ہو کہ اچھی چیز لو اور خراب واپس کرو،

تجارتی سود کے دکارہ تیسری دلیل یہ پیش کرتے

تجارتی سود اور اجارہ ہیں کہ کرنل انٹرٹ کی حیثیت ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص اپنا رکشہ، ٹانگہ یا ٹیکسی لوگوں کو اس شرط پر دیتا ہے کہ تم مجھے اتنی رقم روزانہ دیدیا کرو۔ یہ معاملہ با اتفاق جائز ہے اور یہی تجارتی سود کی صورت ہے کہ اس میں سرمایہ دار اسی شرط پر اپنا سرمایہ دیتا ہے کہ مجھے ایک مہینہ رقم سال بہ سال ملتی رہے۔

لیکن آپ خود ہی ذرا غور سے دیکھئے کہ دونوں میں کتنا فرق ہے؟ رکشہ، ٹانگہ اور ٹیکسی کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے مگر نقد کو کرایہ پر نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے کہ کرایہ اور اجارہ کا مفہوم ہی یہ ہوتا ہے کہ اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے اس کے منافع حاصل کئے جائیں آپ کسی سے ٹیکسی کرایہ پر لیتے ہیں تو ٹیکسی جوں کی توں باقی رہتی ہے

صرف اس کے منافع آپ حاصل کر لیتے ہیں اور نقد میں یہ بات نہیں کیونکہ اس کو باقی رکھ کر، اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ اس سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے اسے خرچ کرنا پڑتا ہے، اس لئے ہمیں اجارہ کی کوئی شکل نہیں بنتی۔ اور اس سے بھی تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر کر لیجئے اور غور کیجئے کہ اگر اجارہ پر تجارتی سود کو قیاس کرنا صحیح ہے تو اس معاملہ میں مہاجنی اور تجارتی دونوں سود برابر ہیں، جس طرح تجارتی سود اجارہ کے مشابہ ہے اسی طرح مہاجنی سود بھی ہے، ظاہر ہے کہ کرایہ پر لینے والا ہمیشہ نفع اور کام میں لگنے کے لئے کوئی چیز کرایہ پر نہیں لیتا، لبادقات اپنی وقتی ضرورت کے لئے لیتا ہے آپ روزانہ ٹیکسی کرائے پر لیتے ہیں تو وہ وقتی ضرورت ہی کے لئے ہوتی ہے اس لئے اگر اجارہ پر سود کو قیاس کرنا صحیح ہے تو مہاجنی سود کو بھی جائز کہنا پڑے گا۔ حالانکہ اس سود کو وہ لوگ بھی جائز نہیں کہتے جو تجارتی سود کے جواز کے قائل ہیں، بلکہ قرآن کریم میں اس کی حرمت کی تصریح موجود ہے اس سے خود اندازہ کر لیجئے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، اگر صحیح ہوتا تو قرآن اسے ناجائز قرار نہ دیتا۔

بیع سلم اور تجارتی سود تجارتی سود کو جائز بتلانے والے حضرات اسے بیع سلم پر ہی قیاس کرتے ہیں، پہلے بیع سلم کا مطلب سمجھ لیجئے سلم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مثلاً ایک کاشتکار ایک شخص کے پاس آکر یہ کہتا ہے کہ میں اس وقت گندم کی فصل بوری ہوں، تھوڑے دنوں میں وہ پک جائے گی مگر میرے پاس اس وقت پیسے نہیں ہیں، تم مجھے پیسے اب دیدو اور جب فصل تیار ہو جائے گی تو میں تمہیں اتنا گندم دے دوں گا۔

لیکن ذرا سوچئے کہ بیعِ سلم ایک قسم کی بیع ہے جسے شرائط کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتہ جائز رکھا اور اسے بیع کے اندر داخل قرار دیا، جسے اللہ تعالیٰ نے اَحَلَّ اللہ البیع فرما کر حلال کیا ہے اور اس کے بالمقابل ربوا کو حرام فرمایا ہے، جو حضرات ربوا کو بھی نفسِ قرآن و حدیث کے خلاف بیع ہی میں داخل کہتے ہیں، کیا وہ اپنے آپ کو مخالفینِ قرآن و اسلام کی اس صف میں کھرا نہیں کر رہے جنہوں نے اَتَمَّ البیع مثلُ الزبوا کہا تھا اور قرآن نے ان کی تردید و وعید سنائی۔

پھر عقدِ سلم اور ربوا میں اس حیثیت سے زمین آسمان کا تفاوت ہے کہ سلم میں پہلے پیسے دینے کی بنا پر سامان زیادہ حاصل کرنے کی شرط نہیں لگائی جاتی، چنانچہ فقہ کی ساری معتبر کتابوں میں سلم کی تعریف ”بیع الاجل بالاجل“ (یعنی ایک دیر میں ملنے والے چیز کی بیع فوری قیمت کے معاوضہ میں) بغیر کسی شرط و تفصیل کے لکھی ہوئی ہے۔ عرفی مفہوم بھی بغیر شرطِ بیع کا ہے اور کسی معتبر عالم یا فقیہ نے کہیں یہ شرط نہیں لگائی کہ اس عقد میں مال چونکہ دیر میں ملتا ہے اس لئے زیادہ ملنا چاہیے، اس کے برخلاف تجارتی سود کی بنیاد ہی اس شرط پر قائم ہے۔

ان کا ایک استدلال یہ بھی ہے کہ بعض فقہاء کرام نے اس صورت مدت کی قیمت کو جائز قرار دیا ہے کہ ایک تاجر اپنا مال قیمت کے نقد ہونے کی صورت میں مثلاً دس روپے میں دیتا ہے اور ادھار کی صورت میں پندرہ روپے میں۔ اس صورت میں تاجر نے محض مدت کی زیادتی کی وجہ سے پانچ روپے زیادہ کئے ہیں، چنانچہ ہدایہ باب المراءمہ میں ہے :-

یہ شرط نہیں کہ مدت کی قیمت نقد ہونی چاہیے
کیا جاتی ہے ؟

لیکن اگر مدت کی قیمت نقد نہ ہو تو بیع باطل ہے

ہدایہ کی اس عبادت پر یہ تعمیر کھڑی کی گئی ہے کہ جب مدت کے معاوضہ میں زیادتی لینا جائز ہو اور تجارتی سود میں بھی یہی شکل ہے کہ مدت کے عوض پیسے زیادہ ملتے جاتے ہیں۔

لیکن انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جس ہدایہ میں مذکور الصدر جملہ لکھا ہے اسی کی کتاب الصلح میں نہایت واضح الفاظ میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔

وذا اللق اعتیاض عن الاجل یہ مدت کی قیمت لینا ہے، اور وہ

وہو حرام۔ (باب الصلح فی الدین)

اور اس کے تحت علامہ اکل الدین بابر قی رتے ہدایہ کی شرح عنایہ میں لکھا ہے کہ

دوئی ان رجلا شال ابن عمرؓ روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے کسی نے

فخها عن ذالک ثم سألہ فقال ان (متفقہیت لینے کے سلسلے میں) سوال کیا تو آپ نے

ھذا یرید ان یلعبہ الربا رعنا ید علی سے منع فرمایا، اس نے پھر پوچھا تو آپ نے

ھامش نتائج الافکار ص ۲۲ ج ۴ فرمایا کہ یہ چاہتا ہے کہ میں اسے سود کھانے کی

اجازت دے دوں۔

یہ نقل کرنے کے بعد صاحب عنایہ نے لکھا ہے "حضرت عمرؓ نے یہ اس لئے

فرمایا کہ سود کی حرمت صرف اس وجہ سے ہے کہ اس میں صرف مدت سے مال کے تبادلہ

کا شبہ ہے تو جہاں یہ بات شبہ کی حدود سے آگے بڑھ کر حقیقت بن گئی ہو وہاں تو حرمت

میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟"

اس کے علاوہ فقہ حنفی کے ایک بلند پایہ عالم قاضی خانؒ جو صاحب ہدایہ ہی کے

ہم رتبہ ہیں انہوں نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ ادھار کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کرنا

بھی جائز نہیں،

لا يجوز بيع الحنطة بثمن النسيئة، قل من سوا المبلد فانه فاسد واخذ ثمنه حرام۔
 محمد کی بیع اگر ادھار ہونے کی بنا پر شہر کے عام نرخ سے کم قیمت پر کی جاتی ہے تو وہ فاسد ہے اور اس کی قیمت لینا حرام ہے۔
 غائبگیر یہ وغیرہ میں بھی اس قسم کی تصریحات ملتی ہیں۔

البتہ اہل علم کے لئے یہ بات قابل غور رہ جاتی ہے کہ ہدایہ کی دو عبارتیں متضاد کہوں ہیں؟ پہلی عبارت سے مدت کے معاوضہ میں زیادتی لینے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور دوسری عبارت سے اس کا حرام ہونا واضح ہے۔

اس کا جواب اہل علم کے لئے سمجھنا مشکل نہیں، اس سامان کے سود سے میں ادھار کا خیال کر کے کچھ قیمت میں اضافہ کیا جائے تو وہ براہ راست مدت کا معاوضہ نہیں بلکہ اس سامان ہی کی قیمت ہے، بخلاف اس کے براہ راست مدت ہی کا معاوضہ سالانہ یا ہزار طے کیا جائے، یہ وہی ہے جسے ہدایہ کی کتاب الصلح والی عبارت میں حرام کہا گیا ہے۔

جن حضرات کو فقہ سے کچھ بھی مناسبت ہوگی ان کو اس فرق کے سمجھنے میں کوئی اشکال نہیں رہ سکتا، کیونکہ اس کی نظریں بے شمار ہیں کہ بعض اوقات بعض چیزوں کا معاوضہ لینا براہ راست جائز نہیں ہوتا اور کسی دوسرے سامان کے ضمن میں جائز ہو جاتا ہے، اس کی ایک نظریہ ہے کہ ہر مکان دوکان اور زمین کی قیمت پر اس کے محل وقوع اور پڑوس کا بڑا اثر ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کی قیمت میں نمایاں امتیاز ہوتا ہے۔ ایک محلہ میں ایک مکان دس ہزار روپے کا ہے تو وسط شہر میں بالکل اسی طرح

کا اور اتنے ہی رقبہ کا مکان ایک لاکھ میں بھی سستا سمجھا جاتا ہے۔ یہ قیمت کی زیادتی ظاہر ہے کہ مکان کی ذات کے اعتبار سے نہیں بلکہ اس کی خاص کیفیت اور محل وقوع کے اعتبار سے ہے اور جب کوئی آدمی یہ مکان بیچتا یا خریدتا ہے تو اس کی یہ کیفیت بھی فروخت ہو جاتی ہے، اور قیمت کی جتنی زیادتی ہے وہ اسی کیفیت کے مقابلہ میں ہے حالانکہ یہ کیفیت اور صفت کوئی مال نہیں جس کا معاوضہ لیا جائے۔ مگر مکان یا زمین کی بیچ کے ضمن میں اس کیفیت و صفت کا معاوضہ بھی شامل ہو کر جائز ہو جاتا ہے، اسی طرح ہر مکان کے لئے ایک گھر گاہ اور راستہ کا حق ہوتا ہے، ہر زرعی زمین کے لئے آبپاری کا حق ہوتا ہے اگر کوئی شخص ان حقوق کو تنہا بغیر مکان یا زمین کے فروخت کرنے لگے تو بیع ناجائز ہے کیونکہ حقوق خود کو کوئی مال نہیں، مگر مکان یا زمین فروخت کرے گا تو یہ حقوق ضمنی طور پر خود بخود فروخت ہو جائیں گے اور مکان زمین کی قیمت میں ان کا معاوضہ بھی شامل ہو جائے گا۔

ہمارے زیر بحث مسئلہ میں غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اگر ادھار کی وجہ سے سامان کی قیمت میں زیادتی کو جائز تسلیم کیا جائے تو اس کی نوعیت وہی ہے کہ ضمنی طور پر مدت کی رعایت سے سامان کی قیمت بڑھ گئی اور براہ راست مدت کا معاوضہ لیا جائے تو وہ دباویں داخل ہو کر ناجائز ہو گا۔ چنانچہ جہاں صاحب ہدایہ نے مدت کی وجہ سے قیمت میں زیادتی کو جائز کہا ہے وہاں پہلی صورت مراد ہے اور انہوں نے مذکورہ صورت کو اس لئے جائز قرار دیا ہے کہ وہاں مدت پر جو قیمت لی جا رہی ہے وہ اصلاً اور براہ راست نہیں بلکہ ضمنی ہے (اگرچہ قاضی خاں وغیرہ نے اسے بھی ناجائز کہا ہے) اور جہاں پر صاحب ہدایہ نے مدت کے مقابلے میں عوض لینے کو حرام کہا

ہے وہاں ان کا مطلب یہ ہے کہ براہ راست مدت کی قیمت نہیں لی جاسکتی۔
تجارتی سود میں چونکہ مدت کی قیمت ضمنی طور سے نہیں براہ راست لی جاتی
ہے، اس لئے یہ صورت باتفاق فقہا حرام ہے۔

یہ دلیلیں تو بڑی اہم تھیں، اب آپ ان حضرات کے ان
چند ضمنی دلائل ضمنی دلائل پر بھی ایک نظر ڈالتے چلے جو بذات خود تو کسی نظریے
کی بنیاد نہیں بن سکتے لیکن بڑی دلیلوں کو تقویت پہنچاتے ہیں۔ اگرچہ یہ تمام دلائل گذشتہ
اہم دلائل کے ختم ہو جانے کے بعد خود بخود بے معنی ہو جاتے ہیں، ہم پورے اطمینان
کے لئے ہم ان پر بھی کچھ کہنا چاہتے ہیں۔

(۱) پہلی چیز جناب یعقوب شاہ صاحب نے پیش کی ہے کہ حدیثوں کی تدوین کے
متعلق محدثین حضرات نے درایت کے اصول منضبط کئے ہیں۔ ابن جزئیؒ نے لکھا ہے کہ
وہ حدیث جس میں ذرا سی بات پر سخت عذاب کی دہسکی ہو یا معمولی کام پر بہت بڑے
ثواب کا وعدہ ہو، مخدوش ہے، قرآن کریم نے جس قدر سزا سود خور کے لئے رکھی ہے
وہ شاید کسی اور مجرم کے لئے تجویز نہیں فرمائی یہ عظیم سزا حاجتمندانہ اور مصروفی
(USEFUL) قرضوں پر لئے جانے والے گناؤں نے سود پر تو بالکل ٹھیک ٹھیک اترتی
ہے۔ لیکن تجارتی سود اتنا زیادہ نقصان دہ فعل نہیں ہے جس پر خدا اور رسولؐ کی
طرف سے اعلان جنگ کر دیا جائے۔ ایک حاجتمند سے سود لینا سنگہ لی ہے اور اس
کی ممانعت سختی سے ہونی چاہیے لیکن تجارتی سود پر یہ الزام عائد نہیں کیا جاسکتا،
اس کے لینے والے مفلس نہیں ہوتے وہ قرض نفع کمانے کی غرض سے لیتے ہیں اور
عام طور پر نفع شرح سود سے کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔

اس دلیل کی بنیاد اس مفروضے پر ہے کہ تجارتی سود کوئی نقصان دہ چیز نہیں ہے۔ حایان تجارتی سود کی اکثر دلیلوں میں دراصل یہی ذہنیت کارفرما نظر آتی ہے۔ اس لئے ہم یہاں قدرے تفصیل کے ساتھ تجارتی سود کے انفرادی، اجتماعی معاشی اور سیاسی نقصانات پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللّٰهِ !

نقصانات !

سود کے حرام ہونے کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ وہ تمام اخلاقی اخلاقی نقصاناتِ قدروں کو پامال کر کے خود غرضی، بے رحمی، سنگدلی، زر پرستی اور کینوسی کی صفات پیدا کرتا ہے، اس کے برعکس اسلام ایک ایسے صحت مند معاشرے کی تعمیر کرنا چاہتا ہے جو رحم و کرم، محبت و مروت، ایثار، تعاون اور سہائی چارے کی بنیاد پر قائم ہو، اس میں تمام انسان بل جل کر زندگی گذاریں، ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آئیں، غریبوں اور ناداروں کی امداد کریں، دوسرے کے نفع کو اپنا نفع اور دوسرے کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھیں۔ رحمہنی اور سخاوت کو اپنا شعار بنائیں اور اجتماعی مفاد کے آگے کچھ نہ سمجھیں، انسانوں میں یہ تمام صفات پیدا کر کے اسلام انہیں انسانیت اور شرافت کا اس اوج کمال تک پہنچانا چاہتا ہے جہاں سے انہیں شرف المخلوقات کا خطاب عطا ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف سود (خواہ وہ تجارتی ہو یا مباحنی) جس ذہنیت کو جنم دیتا ہے اس میں ان اخلاقی اوصاف کی کوئی جگہ نہیں قرض دینے والے ساہوکار کو بس اپنے سود کی تو پروا ہوتی ہے، آگے اسے اس سے کچھ سروکار نہیں کہ مقروض کو نفع ہو یا

یا نقصان ؟ نفع ہوا تو کتنا ؟ کتنی مدت میں ؟ اور کتنے پاڑے پیلے کے بعد ؟ وہ مسلسل اپنے
 دیئے ہوئے مال پر منافع وصول کرتا رہتا ہے ، اس کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ مقروض
 کو جتنا ہو سکے دیر میں نفع ہو تاکہ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس کا سود بڑھتا اور
 چڑھتا رہے اسے دیون کے نقصان کا بھی کوئی غم نہیں ہوتا کیونکہ نفع نقصان کی ہر
 شکل میں اس کا نفع کھرا رہتا ہے ۔ یہ چیز خود غرضی کو اس قدر بڑھا دیتی ہے کہ ایک
 سرمایہ دار کسی حاجت مندانہ قرضہ میں بھی رقم کو بلا سود لگانے پر راضی نہیں ہوتا ۔
 وہ یہ سوچتا ہے کہ میں یہ فاضل رقم کسی تاجر کو کیوں نہ دوں تاکہ گھر بیٹھے ایک معین نفع
 مجھے حاصل ہوتا رہے ، اس خیال کے پیش نظر اگر ایک شخص کے گھر میں بے گورو
 کفن لاش پڑی ہے یا اس کا کوئی عزیز دم توڑ رہا ہے وہ بھی اس کے پاس آکر اس
 سے قرض مانگے گا تو وہ یا تو انکار کر دے گا یا تمام اخلاقی قدروں کو بالائے طاق رکھ
 کر اس سے بھی سود کا مطالبہ کرے گا ۔ ایسے مواقع پر بالعموم حرام کھائے کھاتے
 قسارت قلب کی یہ منت اس درجہ رنگ جمالیتی ہے کہ اس وقت آپ کے مدلل
 لکچر اور پڑا اثر مواعظ کچھ کام نہیں آتے ۔ سود خوار دولت مند کو اپنے چاروں طرف
 بیسہ ہی ناچا نظر آتا ہے اس لئے اس وقت آپ کو اس سے یہ شکایت ہوتی بھی
 نہ چاہیے کہ وہ ہماری بات کیوں نہیں سنتا ؟ اور ہمارے مواعظ کا کیوں اثر نہیں
 لیتا ؟ اس کے پاس بزبانِ حال یہ جواب ہے کہ سہ

اندرونِ قعر دریا تختہ بندم کردہ
 بازی گوی کہ دامن تر منکن ہشیارباش

پھر جب لوگ دیکھتے ہیں کہ فاضل سرمایہ اس قدر نفع بخش ہے کہ اس سے ہاتھ پاؤں

ہلائے بغیر بھی ایک یقینی نفع حاصل ہو سکتا ہے تو ان میں زرا نندوزی کا جذبہ جنگل کی آگ کی طرح پھلتا ہے، اور وہ پیسہ بچانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اور بسا اوقات وہ اسی حرص کے لہے میں ناجائز ذرائع سے روپیہ کمانے کی فکر کرتے ہیں اور کچھ نہیں تو یہ چیز ان میں کنجوسی تو ضرور ہی پیدا کر دیتی ہے، اور اس مرحلہ پر زرا نندوزی کے میدان میں ریس شروع ہوتی ہے، ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے زیادہ روپیہ جمع کر لوں اور پھر یہ ریس حسد، انقبض اور عداوت کو جنم دیتی ہے۔ بھاتی سے بھاتی کی لڑائی ہوتی ہے، دوست سے دوست چلنے لگتا ہے، باپ کو بیٹے کے اور بیٹے کو باپ کے نقصان کی کوئی پروا نہیں رہتی یہاں تک کہ نفسی نفسی کے اس محشر میں انسانیت سک سک کر دم توڑ دیتی ہے۔

یہ محض خیالی باتیں نہیں ہیں، آپ اپنے گرد و پیش پر نظر ڈال کر دیکھیے کہ کیا آج یہ سب کچھ نہیں ہو رہا ہے؟ آپ کو جواب اثبات میں ملے گا اور اگر آپ نے انصاف سے کام لیا تو آپ پر یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ یہ سب کچھ ”سود“ ہی کے شجرہ خبیثہ کے پھل پھول ہیں اور اگر ہمیں ان تمام ناہمواریوں کو دور کرنا ہے تو ہمیں ہمت کر کے اسی شجرہ خبیثہ پر کلباڑا چلانا پڑے گا۔ اور اگر ہم اصلاح و تبلیغ کے صرف لفظی طریقے اختیار کرتے رہے تو ہماری مثال اس احمق سے مختلف نہ ہوگی جو بدن پر جا بجا ننگی ہوئی پھنسیوں کا علاج صرف پاؤں چھڑک کر کرنا چاہتا ہے۔ جس طرح اس شخص کو کبھی شفا حاصل نہیں ہو سکتی تا وقتیکہ وہ بیماری کی اصل جڑ کو پکڑ کر اسے ختم نہ کر ڈالے اسی طرح ہم بھی اپنے معاشرے کو اس وقت تک صحت مند نہیں بنا سکتے جب تک کہ سود کی لعنت سے چھٹکارا نہ پالیں

اس کے بعد معاشی نقصانات پر بھی
معاشی اور اقتصادی نقصانات ایک نظر ڈال لیجئے، معاشیات میں

لبصیرہ رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ تجارت، صنعت، زراعت اور تمام
 نفع آور (PRODUCTIVE) کاموں کی معاشی بہتری یہ چاہتی ہے کہ جتنے لوگ
 کسی کاروبار میں کسی بھی نوعیت سے شریک ہوں وہ سب کے سب اپنے مشترکہ کاروبار
 کے فروغ سے پوری پوری دل چسپی رکھتے ہوں، ان کی ملٹی خواہش یہ ہو کہ ہمارے
 کاروبار بڑھتا اور چڑھتا رہے، کاروبار کے نقصان کو وہ اپنا ہی نقصان تصور
 کریں تاکہ ہر خطرے کے موقع پر اس کے دفعیہ کے لئے اجتماعی کوشش کریں اور
 کاروبار کے فائدہ کو وہ اپنا فائدہ خیال کریں تاکہ اُسے پروان چڑھانے میں ان
 کی پوری پوری طاقت صرف ہو۔

اس نقطہ نظر سے عام معاشی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ جو لوگ کاروبار میں صرف
 سرمایہ ہی کی حیثیت سے شریک ہوں وہ بھی کاروبار کے نفع و نقصان سے پوری پوری
 دلچسپی رکھیں۔ لیکن سودی کاروبار میں ان مفید جذبات کی کوئی رعایت نہیں بلکہ بعض
 اوقات معاملہ اس کے بالکل برخلاف رہ جاتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے
 ہیں سود خواہ سرمایہ دار کو صرف اپنے نفع سے سروکار ہوتا ہے، آگے اُسے اس
 کی کوئی پروا نہیں کہ کاروبار ترقی پر ہے یا منزل پر؟ اس میں نفع ہو رہا ہے
 یا نقصان؟ وہ مسلسل اپنے دیئے ہوئے روپے پر منافع وصول کرتا رہتا ہے اور بسا
 اوقات اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ کاروبار کو جتنا ہو سکے دیر میں نفع ہو تاکہ دقت
 کی رفتار کے ساتھ ساتھ اس کا اپنا نفع بڑھتا رہے۔ اسی بنا پر اگر کاروبار کو

نقصان پہنچے گا اندیشہ ہر وقت تاجر اپنی پوری محنت اور کوشش اس کے ذمہ پر موقوف کرے گا لیکن سرمایہ دار اس وقت تک ٹس سے مس نہ ہو گا جب تک کہ کاروبار کے بالکل ہی دیوالیہ ہو جانے کا اندیشہ نہ ہو۔ اس غلط طریق کار نے سرمایہ دار محنت کے دیمان ہمدردانہ رفاقت کی بجائے ایک سو فیصد خود غرضی کا تعلق قائم کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں بے شمار نقصانات جنم لیتے ہیں، ان میں سے چند نمایاں ترین یہ ہیں:-

(۱) سرمایہ کا ایک بڑا حصہ محض اس وجہ سے کام میں نہیں لگتا کہ اس کا مالک شرح سود کے بڑھنے کا انتظار کرتا ہے یا وجودیکہ اس کے بہت سے معارف موجود ہوتے ہیں اور بیشمار آدمی کسی کاروبار کی تلاش میں سرگرداں ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے ملحق تجارت و صنعت کو بھی بڑا نقصان پہنچتا ہے اور عام قوم کی معاشی حالت بھی گر جاتی ہے۔

(۲) چونکہ ساہوکار کو زیادہ شرح سود کا لالچ ہوتا ہے اس لئے وہ اپنے سرمایہ کو کاروبار کی واقعی ضرورت اور ملحق مانگ کے اعتبار سے نہیں لگاتا بلکہ وہ محض اپنی اغراض کو سامنے رکھ کر سرمایہ کو روکنے یا لگانے کا فیصلہ کرتا ہے، اس صورت میں اگر سرمایہ دار کے سامنے دو صورتیں ہوں گی تو وہ اپنا سرمایہ کسی فلم کمپنی میں لگائے یا بے خانمان لوگوں کے لئے مکانات بنوا کر انہیں کرایہ پر دے، اور اسے فلم کمپنی کی صورت میں زیادہ نفع کی امید ہو تو وہ یقیناً فلم کمپنی میں سرمایہ لگا دے گا۔ بے خانمان افراد کی اسے کوئی پروا نہ ہوگی، ظاہر ہے کہ یہ ذہنیت عام ملحق مفاد کے لئے کس قدر خطرناک ہے؟ اس پر جناب یعقوب شاہ صاحب اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس نقصان کی وجہ سود نہیں، انفرادی ملکیت ہے، جب تک سرمایہ انفرادی ملکیت ہے۔

اس وقت تک سرمایہ دار طبقہ اس کے بہاد کو اپنے مفاد کے لحاظ سے روکنا اور کھینچنا
 رہے گا۔ (ماہنامہ "ثقافت" دسمبر ۱۹۷۷ء)

ہیما جناب یعقوب شاہ صاحب سے یہ عجیب سی بات سُن کر بڑی حیرت ہوتی
 ہے، جب وہ یہ فرماتے ہیں کہ اس خرابی کی وجہ انفرادی ملکیت ہے تو ایک بڑی اہم
 قید کو نظر انداز کر جاتے ہیں، صرت "انفرادی ملکیت" اس کا سبب نہیں ہے بے لگام
 اور خود غرض انفرادی ملکیت "اس کا سبب ضرور ہے، جو ملکیت کسی قسم کی کوئی قید
 اور پابندی برداشت نہ کرتی ہو وہی سرمایہ کے بہاد کا رخ ذاتی مفاد کی جانب پھیر دیتی
 ہے، لیکن دُرا اور آگے بڑھ کر دیکھیے کہ اس "بے لگام اور خود غرض انفرادی ملکیت"
 کا سبب کیا ہے؟

آپ بنظر انصاف غور کریں گے تو صاف پتہ چل جائے گا کہ اس کا سبب ہے
 سود اور سرمایہ داری نظام! سود کا لالچ ہی انسان میں وہ خود غرض پیدا
 کرتا ہے جس کی بنا پر وہ اپنی املاک کو ہر قسم کی پابندی سے آزاد کر دیتا ہے، اور
 ہر وقت ذاتی منافع کے تصور میں مگن رہتا ہے، کسی سہولتی اور سہجہ کے کام میں
 پیہ لگنے کا خیال ہی اُسے نہیں آتا، اب واقعات کی منطقی ترتیب اس طرح ہو گئی کہ:-
 سرمایہ کا ذاتی مفاد کے پابند ہو جانا خود غرض انفرادی

ملکیت سے پیدا ہوتا ہے اور اس قسم کی انفرادی ملکیت کا سبب

سود اور سرمایہ دارانہ نظام ہے!

نتیجہ کیا نکلا؟ یہی ناکہ اس خرابی کا اصل سبب سود اور سرمایہ داری نظام ہے اب
 آپ ہی بتائیے کہ یہ بات کیسی غلط ہو جاتی ہے کہ "ذاتی مفاد پر سرمایہ کار کھانا اور کھانا

سود سے نہیں انفرادی ملکیت سے ہوتا ہے۔

اگر واقعی مذکورہ خرابی (یعنی سرمایہ کا ذاتی مفاد کے پابند ہو جانے) کا ازالہ منظور ہے تو اس کے لئے سب سے پہلے سود اور سرمایہ داری نظام پر ماتمہ ڈالنا پڑے گا۔ جب تک یہ نہ ہوگا ملکیت میں وہی خود غرضی اور بے لگامی باقی رہے گی جو مذکورہ خرابی کا اصل سبب ہے۔ اس خرابی کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سودی اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت کو ختم کر کے اسلامی نظام معیشت کو بروئے کار لایا جائے، جس میں سود، قمار اور شے کی مالیت، زکوٰۃ، عشر، صدقات خیرات اور میراث کے احکام اس قسم کی خود غرضانہ ذہنیت پیدا ہونے ہی نہیں دیتے، اسلام کی اخلاقی تعلیمات کو عام کیا جائے اور لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف پیدا کیا جائے جو انہیں باہمی تعاون اور اجتماعی بہبود کے کاموں میں سرگرم بنائے،

سود اور سرمایہ داری نظام — جو خود غرض انفرادی ملکیت کے سرچشمے ہیں، ان کی حیات کرتے ہوئے صرف یہ کہہ کر فارغ ہو جانا کہ ”ان خرابیوں کا اصل سبب انفرادی ملکیت ہے۔“ اس مسئلے کا حل کیسے بن سکتا ہے؟

(۳) سود خوار دولت مند چونکہ سیدھے سادے طریقے پر کاروباری آدمی سے شرکت کا معاملہ طے نہیں کرتا کہ اس کے نفع و نقصان میں برابر کا شریک ہو، اس لئے وہ یہ اندازہ لگاتا ہے کہ اس کا دوبارہ میں تاجر کو کتنا نفع ہوگا؟ اسی نسبت سے وہ اپنی شرح سود متعین کرتا ہے اور عام طور سے وہ اس کے منافع کا اندازہ لگانے میں مبالغہ آمیزی سے کام لیتا ہے۔

دوسری طرف قرض لینے والا اپنے نفع و نقصان دونوں پہلوؤں کو پیش

نظر رکھ کر بات کرتا ہے، چنانچہ جب کاروباری شخص کو نفع کی امید ہوتی ہے وہ سرمایہ دار سے قرض لینے آتا ہے سرمایہ دار معاملہ کو سبھانپ کر سود کی شرح اس حد تک بڑھاتا چلا جاتا ہے کہ تاجر اس شرح پر قرض لینا اپنے لئے بالکل بیکار سمجھتا ہے، ادائن اور دیون کی اس کش مکش سے سرمایہ کا کام میں لگنا بند ہو جاتا ہے اور وہ بیکار پڑا رہ جاتا ہے، پھر جب کساد بازاری اپنی آخری حدوں تک پہنچ جاتی ہے اور سرمایہ دار کو خود اپنی ہلاکت نظر آنے لگتی ہے تو وہ شرح سود گھٹا دیتا ہے یہاں تک کہ کاروباری آدمیوں کو اس پر نفع کی امید ہو جاتی ہے، پھر بازاریں سرمایہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہی وہ "کاروباری چکر" (TRADE CYCLE) ہے جس سے ساری سرمایہ کار دنیا پریشان ہے، غور کیا جائے تو اس کا سبب ہی تجارتی سود ہے۔

(۴) پھر بعض اوقات بڑی بڑی صنعتی اور تجارتی اسکیموں کے لئے سرمایہ بطور قرض لیا جاتا ہے اور اس پر بھی ایک خاص شرح کے مطابق سود عائد کیا جاتا ہے۔ اس طرح کے قرض عام طور پر دس بیس یا تیس سال کے لئے حاصل کئے جاتے ہیں اور تمام مدت کے لئے ایک ہی شرح سود مقرر ہوتی ہے اس وقت اس بات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ آئندہ بازار کے نرخ میں کیا اتار چڑھاؤ پیدا ہو گا اور ظاہر ہے کہ جب تک فریقین کے پاس علم غیب نہ ہو اس وقت تک وہ یہ جان بھی نہیں سکتے۔

فرض کیجئے کہ آئندہ میں ایک شخص بیس سال کے لئے سات فیصد شرح سود پر ایک بھاری رقم بطور قرض لیتا ہے اور اس سے کوئی بڑا کام شروع کرتا ہے، اب وہ مجبور ہے کہ آئندہ تک ہر سال باقاعدگی کے ساتھ اسی طے شدہ شرح کے مطابق سود دیتا رہے لیکن اگر آئندہ تک پہنچتے پہنچتے قیمتیں گر کر موجودہ نرخ سے نصف رہ

جائیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ شخص جب تک موجودہ حالت کی بہ نسبت دو گنا مال نہ بچے وہ نہ اس رقم کا سودا کر سکتا ہے اور نہ قسط، اس کا یہ لازمی نتیجہ ہو گا کہ اس اور زانی کے دور میں یا تو اس قسم کے قرض داروں کے دیوالے نکل جائیں گے یا وہ اس مصیبت سے بچنے کے لئے معاشی نظام کو خراب کرنے والی ناجائز حرکات میں سے کوئی حرکت کر سکیں گے۔ اس معاملہ پر غور کرنے سے ہر انصاف پسند اور معقول آدمی پر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مختلف زمانوں کی گرتی اور چڑھتی قیمتوں کے درمیان ساہوکار کا ایک متعین اور یکساں نفع دو قریب انصاف ہی ہے اور نہ معاشی اصولوں کے لحاظ سے اسے درست کہا جاسکتا ہے آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی تجارتی کمپنی یہ معاہدہ کر لے کہ وہ آئندہ بیس یا تیس سال تک خریدار کو ایک ہی متعین وقت پر اشیاء فراہم کرتے رہیں گے۔ جب یہ معاملہ صحیح نہیں تو آخر سود خوار دولت مند میں وہ کیا خصوصیت ہے جس کی بنا پر اس کے نفع پر قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کا کوئی اثر نہیں پڑتا؟

جدید بینکنگ

نئی مغربی تہذیب نے یوں تو بہت سی ہلک چڑوں پر چند سطحی فوائد کا یہ ملمع چڑھا کر پیش کیا ہے مگر اس کا یہ کارنامہ سب سے زیادہ "قابل داد" ہے کہ "سود" جیسی گناہی اور قابل نفرت چیز کو جدید بینکنگ سسٹم کا دلکش اور نظر فریب لبادہ پہنا کر پیش کیا اور اس طرح پیش کیا کہ اچھے غلے سمجھدار اور پڑھے لکھے لوگ بھی اس نظام کو نہایت معصوم اور بے ضرر سمجھنے لگے۔

مغربی تہذیب کے اس بدترین مظہر کی خوبیاں لوگوں کے دل و دماغ پر کچھ اس

طرح چھاجی ہیں کہ وہ اس کے خلاف کچھ سننے کے لئے تیار نہیں ہوتے اور اس کو بغیر بلکہ نفع بخش جائزہ بلکہ قطعاً ناگزیر سمجھتے ہیں، حالانکہ اگر تقلید مغرب کی منحوس بینک اناکار واقعات کا جائزہ لیا جائے تو ایک سلیم الفکر انسان کا ذہن سو فیصد اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ عام قوم کے لئے معاشی نامواریاں پیدا کرنے میں جس قدر بڑی ذمہ داری بینکنگ کے موجودہ نظام پر ہے اتنی کسی اور چیز پر نہیں، حقیقت یہ ہے کہ قدیم نظام ساہوکاری کے نقصانات بھرتے زیادہ نہیں تھے جنہے کہ اس جدید نظام سے پیدا ہوتے ہیں، ہم پہلے مختصراً بینکنگ کا طریق کار ذکر کرتے ہیں تاکہ بات کو سمجھنے اور کسی نتیجہ تک پہنچنے میں کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔

ہوتا یہ ہے کہ چند سرمایہ دار مل کر ایک ادارہ ساہوکاری قائم کر لیتے ہیں جس کا دوسرا نام بینک ہے، یہ لوگ مشترکہ طور پر ساہوکاری کا کاروبار کرتے ہیں۔

شروع میں کام چلانے کے لئے یہ لوگ کچھ اپنا سرمایہ لگاتے ہیں لیکن بینک کے مجموعی سرمایہ میں اس کا تناسب بہت کم ہوتا ہے بینک کا زیادہ سرمایہ وہ رقم ہوتی ہے جو عام لوگ (DEPOSITORS) بینک میں رکھواتے ہیں۔ دراصل بینک کی ترقی کے لئے سب سے اہم یہی سرمایہ ہوتا ہے، جن بینک میں جتنا زیادہ سرمایہ امانت داروں کا ہوتا ہے اتنا ہی وہ طاقت ور سمجھا جاتا ہے، لیکن اگرچہ امانت داروں کا سرمایہ بینک کی اصل روح رواں ہوتی ہے مگر ان لوگوں کو بینک کی پالیسی میں کوئی دخل نہیں ہوتا، ادیبہ کو کس طرح استہمال کیا جائے؟ شرح سود کیا مقرر ہو؟ منظم کسے رکھا جائے؟ ان تمام چیزوں کا تعین صرف سرمایہ داروں کی صوابدید پر ہوتا ہے، امانت داروں کا کام صرف اتنا ہے کہ وہ پیسہ رکھو اگر معمولی شرح سے سود دیتے رہیں اور پھر اگرچہ کہنے کو تو بینک کے بہت سے حصے دار (SHARES) ہوتے ہیں مگر بینک کی پالیسی میں تمام عمل و دخل ان لوگوں

کا، ہوتا ہے جس کے حصص (shares) زیادہ ہوں، بے چھوٹے حصہ دار تو ان کا تعلق بینک سے صرف اس قدر ہوتا ہے کہ جب نفع کی تقسیم کار کا وقت آئے تو ان کا حصہ رندی پہنچ جائے اور بس۔

اب یہ چند بڑے سرمایہ دار اپنی مرضی کے مطابق بینک کا روپیہ سود پر دیتے ہیں سرمایہ کا ایک حصہ لوگ روزمرہ کی ضروریات کے لئے اپنے پاس رکھتے ہیں، کچھ مراہذ بازار کو قرض دیا جاتا ہے، اور کچھ دوسرے قلیل المیعاد قرضوں میں صرف کیا جاتا ہے ان قرضوں پر بینک کو ایک سے لے کر تین چار فیصد تک سود مل جاتا ہے۔

پھر ایک بڑا حصہ کاروباری لوگوں، بڑی بڑی کمپنیوں اور دوسرے اجتماعی اداروں کو دیا جاتا ہے جو بالعموم مجموعی رقم کا ۳۰٪ سے لے کر ۶۰٪ تک ہوتا ہے، بینک کی آمدنی کا سب سے بڑا ذریعہ یہی قرضے ہیں، ہر بینک کی خواہش اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس کا زیادہ سے زیادہ سرمایہ ان قرضوں میں لگے، اس لئے کہ ان قرضوں پر سب سے زیادہ شرح سے سود ملتا ہے اس طرز پر جو آمدنی بینک کو حاصل ہوتی ہے وہ بینک کے تمام شرکار کے درمیان اسی انداز سے تقسیم کر دی جاتی ہے جیسے عام تجارتی کمپنیوں کا دستور ہے۔

اس نام ہم رنگ زمین کو پھیلانے میں جس چالاک اور ہوشیاری سے کام لیا گیا ہے وہ واقعہ عجیب ہے، عوام تو سود کے لالچ میں اپنی رقمیں ایک ایک کر کے بینک کی تجوریوں میں بھرتے رہتے ہیں، اور اس سے پورا نفع چند سرمایہ دار اٹھاتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ ساہوکار غریب اور کم دولت مندرجہ کو تو ہیمہ دینے سے رہے۔ وہ تو ہمیشہ یہ روپیہ ان بڑے بڑے سرمایہ داروں کو دیتے ہیں جو انہیں اچھی شرح سے سود دے سکیں، جس کا نتیجہ ہوتا ہے کہ پوری قوم کا سرمایہ چند مٹھی بھر سرمایہ داروں کے پاس جمع ہو جاتا ہے اور یہ دولت کے اس خزانے کے بل

پوری قوموں کی قسمت سے کھلتے ہیں، دنیا کے سیاسی معاملات سے لے کر قوم کے معاشرتی حالات تک ہر چیز ان کے دھم و کرم پر ہوتی ہے اور یہ پوری دنیا کی سیاسی، معاشرتی اور تمدنی زندگی پر پوری خود غرضی کے ساتھ حکومت کرتے ہیں۔

فماہر ہے کہ جب ایک تاجر صرف دس ہزار کالکھ ہوتے ہوئے دس لاکھ کے سرمایہ سے تجارت کرتا ہے تو اگر اسے نفع پہنچ جائے تو وہ سود کے چند ٹکوں کے سوا اور اسی کو ملا، اور اگر اسے نقصان ہو تو اس کے صرف دس ہزار ڈولے، باقی نوے ہزار روپیہ تو پوری قوم کا لگا جس کی تلافی کی کوئی صورت نہیں، پھر آئی پریس نہیں ان سرمایہ داروں نے یہاں بھی دس ہزار کے نقصان پہنچ نکلنے کی یہ راہ نکال لی ہے کہ اگر یہ خسارہ کسی حادثہ کے سبب ہوتا ہے تو یہ اپنا پورا انشورنس کمپنی سے وصول کر لیتے ہیں جو درحقیقت قوم ہی کا سرمایہ ہوتا ہے گویا ان سرمایہ داروں کے نقصان کی تلافی بھی ان ہی غرضوں پر فرض ہو جاتی ہے جو اپنا پورا روپیہ انشورنس کمپنیوں میں جمع رکھتے ہیں اور نہ ان کا کبھی کوئی جہاز ڈوبتا ہے نہ ان کے کسی تجارتی مرکز کو ٹانگ لگتی ہے اور اگر یہ نقصان بازار نرخ گر جانے سے ہوتا ہے تو سرمایہ دار سٹے کے ذریعہ اپنا نفع ٹوٹا برابر کر لیتے ہیں۔

اب اس معمولی نفع کا حال بھی سنئے جو بینک اپنے امانت دار عوام کو ہر سال ایک سو کے عوض ایک سو تین دیتا ہے۔ مگر درحقیقت یہ تین روپیہ بھی مزید کچھ سود لے کر پھر ان ہی سرمایہ داروں کی جیب میں پہنچ جاتے ہیں۔

جو سرمایہ دار بینکوں سے بڑی بڑی رقمیں لے کر تجارت کرتے ہیں وہ اس دولت کی وجہ سے پورے بازار پر قابض ہو جاتے ہیں چنانچہ جب وہ چاہتے ہیں نرخ بڑھا دیتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں گھٹا دیتے ہیں، جب اور جہاں جی میں آتا ہے قحط پراکڑا دیتے ہیں۔ اور جہاں چاہتے ہیں اشیاء کی فراوانی ہو جاتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جہاں انہیں اپنے نفع

میں کچھ کمی ہوتی نظر آتی انہوں نے بازار میں اشیاء کے نرخ بڑھا دیئے، اشیاء گراں ہو گئیں اور بیچارے عوام نے خود اپنے ہاتھوں سے وہ سود کی رقم جو بینک سے حاصل کی تھی پھر ان ہی سرمایہ داروں کے حوالہ کر دی، اس طرح ہمارے بینک درحقیقت پوری قوم کے (CREDIT BANK) بنے ہوئے ہیں جہاں سے یہ سرمایہ دار پوری قوم کا خون چوس چوس کر پھولتے رہتے ہیں اور پوری قوم اقتصادی اعتبار سے نیم جان لاش رہ جاتی ہے۔

اس بینکنگ کی اصلیت معلوم کرنے کے بعد بھی کیا کسی مسلم الفکر انسان پر یہ بات مخفی رہ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود کے لین دین کرنے والے کے لئے خدا اور رسول کے اعلان جنگ کی سخت وعید کیوں سنائی ؟

ایک اور ضمنی دلیل جناب جعفر شاہ صاحب پھولاری لکھتے ہیں :-

”فرض کیجئے ایک شخص آٹھ سو روپے کی ایک بھینس خریدنا ہے جو روزانہ دس پنزدہ سیر دودھ دیتی ہے یہ اپنی بھینس ایک شخص کو اس شرط پر دیتا ہے کہ تم اس کی خدمت کرو اور اس کے دودھ، دہی بھن سے فائدہ اٹھاؤ اور مجھے چار پانچ سیر دودھ روزانہ دینا یاد کرو سوال یہ ہے کہ اگر اس قسم کی شرائط پر وہ بھینس کسی کے حوالے کر دے اور وہ ان شرائط کو قبول کر لے تو کیا یہ سود اُسی نقد کی رو سے ناجائز ہو گا ؟“

اس سلسلے میں ہم مولوے اہلادبیرت کے اور کیا کر سکتے ہیں بجاے جعفر شاہ صاحب کو اس مورد کے ناجائز ہونے میں کیا شبہ ہے، ہمارے نزدیک سوال یہ نہیں کہ یہ صورت کون سے نقد کی رو سے جائز ہے، اگر کسی نقد کی رو سے جائز ہے تو براہ کرم نشانہ ہی فرمائیں، اس صورت میں بھی چونکہ ایک شخص کا نفع متعین اور ایک کا موہوم اور مشتبہ ہے اس لئے یہ معاملہ ہر فرقہ میں ناجائز ہے، ہو سکتا ہے کہ یہی بھینس صرف پانچ سیر دودھ دے اور سارا بھینس کا مالک لئے اور خدمت کرنے والے کی محنت اور پیسہ میاں جاتا !

اسلامی اہم و دینی مطبوعات

2/50	نماز مکمل مترجم	20/-	شانِ رحمت عالم
2/-	نورانی قاعدہ رنگین	25/-	حقیقت توحید و سنت
1/-	نورانی قاعدہ سادہ	10/-	انبیائے کرام
5/-	چھ باتیں اُردو	9/-	کراماتِ صحابہ
4/-	ترکیب نماز ہندی پاکرٹ سائز	12/-	عظیم کائنات کا عظیم خدا
15/-	حضرت محمد رسول اللہ کے حالات زندگی	12/-	عظیم نبی کی عظیم دعائیں
12/-	حضرت ابوبکر صدیق	5/-	مقبول مسنون دُعائیں اُردو
15/-	حضرت عمر فاروق	15/-	زبان کی حفاظت
9/-	حضرت عثمان غنی	18/-	خواتین رسول اکرم کی نظر میں
12/-	حضرت علی کرم اللہ وجہہ	10/-	آداب زندگی
10/-	رسول اللہ کی نصیحتیں	12/-	قبر کی پہلی رات
12/-	حقوق الوالدین	10/-	دعوتِ اسلامی اور مسلمانوں کے فرائض
30/-	مسدود	10/-	تعلیم و تربیت
5/-	رات کو پڑھنے کے وظائف	12/-	اسلامی علاج یعنی روحانی علاج
15/-	بچوں کے لئے قرآن	12/-	اسلامی نام
5/-	بچوں کے لئے نماز	9/-	قیامت کی پیشین گوئیاں
5/-	بچوں سے پیار کرنے والے رسول	12/-	نصوف کیا ہے
50/-	بچوں کے لئے کہانیوں کا سیٹ	12/-	فلاح دارین
7/-	تاریخی کہانیاں	6/-	تبلیغی کام کرنے والوں کے لئے مفید معلومات
7/-	اخلاقی کہانیاں	3/-	تبلیغ کے متعلق بزرگانِ دین کے ارشادات
12/-	آؤ عربی سیکھیں	3/-	موت کے وقت شیطانی دھوکہ
12/-	انگلش اُردو عربی بول چال	8/-	مسلمان عاوند
8/-	اردو ہندی اُردو بول چال	8/-	مسلمان بیوی

اسلامک بک سروس - ۲۲۴۱ - کوچہ چیلان دریا گنج نئی دہلی